Spot CMYK#Waheed

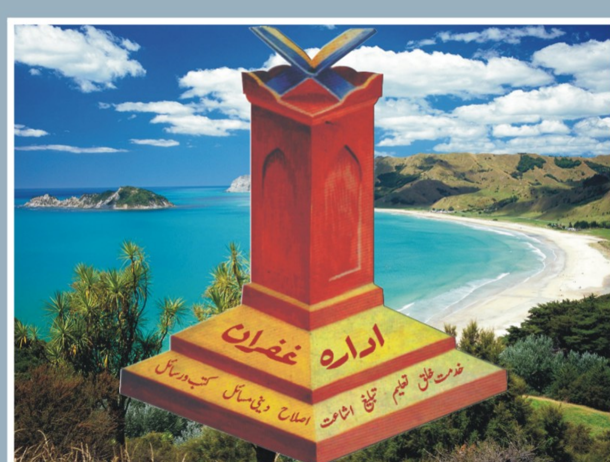

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ.............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....ایک اور سیلاب کے خطرات.......................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط ۹۵)... احکامِ الٰہی کو چھپانا اور اِن کی خرید وفروخت کرنا ......// // ۴

درسِ حدیث .....اولاد کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط)...// // ۷

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

عید کے دن کے مختصر مسنون ومستحب اعمال..........................مفتی محمد رضوان ۱۳

عید کی نماز کا طریقہ..........................مفتی محمد رضوان ۱۴

شوّال کے چھ روزوں کے فضائل واحکام..........................مفتی محمد رضوان ۱۶

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی (جنت اوراس کی بہاریں: قسط ۳)..........................مفتی محمد امجد حسین ۲۶

کٹاس راج میں ایک دن..........................ابوعشرت حسین ۳۱

ہر ملاقات کے وقت سلام کی تاکید..........................مولانا محمد ناصر ۳۷

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط ۵)..........................مفتی محمد رضوان ۴۴

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط ۱۰)..........................مفتی منظور احمد ۴۷

ماہِ شعبان: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........................مولانا طارق محمود ۵۱

علم کے مینار...عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط ۶)....مفتی محمد امجد حسین ۵۴

تذکرۂ اولیاء:..... زندوں کے اعمال صالحہ پر مرنے والوں کی خوشی ....// // ۵۸

پیارے بچو! ....وعدہ..........................بنتِ فاطمہ ۶۲

بزمِ خواتین ....عدت کے احکام (قسط ۷)..........................مفتی محمد یونس ۶۴

آپ کے دینی مسائل کا حل... وتروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنے کی تحقیق..........ادارہ ۶۶

کیا آپ جانتے ہیں؟............ اچھے اور بُرے خواب (قسط ۱۴)......مفتی محمد رضوان ۷۸

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۲۶)..........ابوجویریہ ۸۱

طب وصحت.... کلونجی (Black Cumin) کے فوائد وخواص (قسط ۵)...مفتی محمد رضوان ۸۴

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۸۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

ایک اور سیلاب کے خطرات ?

جیسا کہ وطن عزیز کے ہر خاص و عام باشندہ کو معلوم ہے کہ وطن عزیز ایک عرصہ سے متعدد قسم کی قدرتی آفات سے دوچار ہے، جن میں پانی وبجلی کی قلت سرفہرست ہے، اور وطن عزیز کے موجودہ نظام کے تحت بجلی کی قلت کا بڑا سبب بھی دراصل پانی ہی کی قلت ہے، جس کا مختلف طریقوں سے رونا رویا جاتا ہے، اور اس کی قلت کو دور کرنے کے لیے سینکڑوں تجاویز پیش ومنظور کی جاتی ہیں، مگر سب بے سود ثابت ہوتی ہیں۔

لیکن دوسری طرف پانی کی قلت کی اس موجودہ صورتحال میں چند سالوں سے جب برسات کا موسم آتا ہے تو قدرت کی طرف سے وطن عزیز کو پانی کے ایک بڑے سیلاب کی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ایسے حالات میں قدرت کی طرف سے یہ عبرت دلائی جاتی ہے کہ پانی کی جس قلت کا تم رونا روتے ہو قدرت کے پاس اس کے اتنے ذخائر موجود ہیں کہ جو تمہارے مکانوں اور فصلوں کے بھرنے اور بہانے کے لیے بھی کافی ہیں۔

اس صورت حال اور قدرت کے فیصلے کو دیکھ کر یقین ہوجاتا ہے کہ مسائل کا حل وہ نہیں ہے، جو ہم نے سمجھا ہوا ہے، بلکہ اصل مسائل کا حل یہ ہے کہ قدرت کی طرف متوجہ ہوا جائے، اس کی ناراضگی کو دود کیا جائے، تاکہ جس نعمت ورحمت کے لیے پوری قوم بلک اور سسک رہی ہے، وہی نعمت ورحمت کہیں مصیبت وزحمت کی شکل اختیار نہ کرلے۔

موسم برسات میں چند سالوں سے لگاتار تباہ کن سیلاب سے وطن عزیز کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے، اور اب جبکہ موسم برسات جاری ہے، ماہرین موسمیات وتجربہ کاروں نے دوبارہ پیشن گوئی کی ہے اور اس بات کے خطرات وخدشات کا اظہار کیا ہے کہ اس مرتبہ وطن عزیز کو ایک بڑے سیلابی ریلے سے دوچار ہونا پڑسکتا ہے، جبکہ ابھی تک گذشتہ تباہ کن سیلابوں کے اثرات کا خاتمہ نہیں ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عذاب وابتلاء سے وطن اور قوم کی حفاظت فرمائے، اور پانی جو کہ وطن عزیز کی اس وقت سب سے عظیم واہم ضرورت ہے اس کو مصیبت وزحمت کے بجائے نعمت ورحمت کا باعث بنائیں، اور پوری قوم کو توبہ واستغفار کے ذریعے سے اپنے ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

(سورہ بقرہ قسط ۹۵، آیت ۱۷۴)

مفتی محمد رضوان

احکامِ الٰہی کو چھپانا اور اِن کی خرید و فروخت کرنا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۷۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اُن چیزوں کو جو اللہ نے کتاب میں نازل کیں، اور اس تھوڑی قیمت کے عوض خرید وفروخت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ جو اپنے پیٹوں میں صرف آگ کھا رہے ہیں، اور ان سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے (۱۷۴)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیت میں اُن حرام چیزوں کا ذکر تھا، جو ظاہری اور نظر آنے والی ہیں، چنانچہ گزشتہ آیت میں مُردہ جانور، اور خون، اور خنزیر کے گوشت کا حرام ہونا بیان ہوا تھا۔

اس آیت میں ایسے حرام کاموں کا ذکر ہے، جو نظر آنے والے نہیں ہیں، بلکہ چھپے ہوئے اور باطنی اعمال ہیں۔

ان میں سے پہلا عمل اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانا ہے۔

اور دوسرا عمل دنیا کے ثمنِ قلیل کے عوض میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خرید وفروخت کرنا ہے۔

جیسا کہ یہودیوں کے علماء کا حال تھا کہ وہ دنیاوی اغراض ومفادات کی خاطر اللہ کی کتاب ''تورات'' کے احکام کو چھپاتے تھے، اور ان میں ردوبدل کر دیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانے اور ان میں ردوبدل کے عمل پر دنیا کا جتنا بھی مال حاصل کیا جائے، وہ ''ثمنِ قلیل'' اور گھاٹے کا سودا ہے، کیونکہ پوری دنیا کا مال ومتاع مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا، اس لئے اگر کوئی اس عمل پر دنیا کا بہت زیادہ مال ومتاع حاصل کرے، تو تب بھی وہ ثمنِ قلیل ہی میں داخل ہوگا۔

دنیاوی مفادات واغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانے اوران میں ردوبدل کرنے کے نتیجہ میں جو مال کھایا جائے، اس کو اللہ تعالیٰ نے پیٹ میں آگ کھانے سے تعبیر فرمایا ہے، اوراس عمل میں مبتلا لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانے کے عمل کے ملعون ہونے کا سورہ بقرہ کی درجِ ذیل آیت میں ذکر گزر چکا ہے۔

اِنَّ الَّـذِيْـنَ يَـكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِن ۢبَـعْـدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ(۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جولوگ اُن باتوں کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلیں اور ہدایت نازل کی ہیں، اس کے بعد کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں (۱۵۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَـمِـعَ أَبَـا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ، لَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا حَدَّثْتُ عَنْهُ، يَعْنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَيْئًا أَبَدًا، لَوْلَا قَوْلُ اللّٰهِ(إِنَّ الَّذِيْنَ يَـكْـتُـمُـوْنَ مَـا أَنْـزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ)إِلٰى آخِرِ الْآيَتَيْنِ (ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۶۲، باب من سئل عن علم فكتمه)

ترجمہ: انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دو آیتیں نہ ہوتیں، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا، اگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ

دونوں آیتوں کے آخر تک (ابنِ ماجہ)

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَحْفَظُ عِلْمًا فَيَكْتُمُهٗ، إِلَّا أُتِيَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْجَمًا بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ (ابنِ ماجه،رقم الحديث ۲۶۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے کوئی علم محفوظ کرلیا، پھراس کو چھپایا،

تو وہ قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائے ہوئے ہونے کی حالت میں آئے گا (ابنِ ماجہ)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکامات کو چھپانا اور دنیاوی مفادات واغراض کی خاطر ان میں رد وبدل کرنا سخت گناہ کا عمل ہے۔ جس پر یہ وعید ہے کہ:

اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ.

یہی لوگ ہیں کہ جو اپنے پیٹوں میں صرف آگ کھا رہے ہیں۔

اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ جو لوگ نفسانی غرض یا دنیاوی لالچ یا کسی بھی باطل مقصد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات بیان کرنے میں خیانت کر کے دنیا کا کوئی عارضی نفع حاصل کریں گے، تو وہ نفع درحقیقت آگ ہے، جو وہ اپنے پیٹوں میں بھر رہے ہیں۔

پھر ایسے لوگوں کے لئے یہ وعید بیان فرمائی کہ:

وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (۱۷۴)

ترجمہ: اور ان سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ لطف اور عنایت والا کلام نہیں فرمائیں گے، اور ان کو خبائث سے پاک نہیں فرمائیں گے، اور ان کو دردناک عذاب دیں گے۔ [۱]

ظاہر ہے کہ جس عمل پر اتنی سخت وعیدیں ہوں، وہ عمل انتہائی قبیح اور سنگین گناہ میں داخل ہے۔

---

[۱] ("لا يكلمهم الله يوم القيامة ") : أى كلام لطف وعناية ("ولا ينظر إليهم ") : أى نظر رحمة ورعاية ("ولا يزكيهم ") : أى لا ينمى أعمالهم ولا يطهرهم من الخبائث ("ولهم عذاب أليم ") : أى مؤلم (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۹۰۹، باب المساهلة فى المعاملة)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

P احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ S

اولاد کے ساتھ صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط)

لڑکیوں کے ساتھ صلہ رحمی کی خاص فضیلت واہمیت

اولاد میں لڑکیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کی زیادہ فضیلت ہے، کیونکہ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیاں صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے صلہ رحمی کی زیادہ مستحق ہوتی ہیں، نیز طبعی طور پر انسان کا بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کی طرف رُجحان کم ہوتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں تو لڑکیوں پر انتہائی ظلم وستم ہوتا تھا، یہاں تک کہ اُن کو زندہ درگور تک بھی کردیا جاتا تھا؛ اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اوراس عمل پر سخت وعید بیان کی ہے، اوراس کے برعکس بیٹیوں کی پرورش پر عظیم الشان اجروانعام بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَتْ لَہٗ أُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَلَمْ یُہِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ یَعْنِی الذَّکَرَ عَلَیْھَا، أَدْخَلَہُ اللّٰہُ بِھَا الْجَنَّۃَ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۴۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی بیٹی پیدا ہوئی، تو اس نے اُس کو زندہ نہیں گاڑا، اور نہ ہی اس کی توہین وتذلیل کی، اور نہ ہی اُس پر لڑکے کو ترجیح دی، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اُس بیٹی کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائیں گے (حاکم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا تَکْرَھُوْا الْبَنَاتِ، فَإِنَّھُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِیَاتُ" (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۳۷۳) [1]

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد والطبراني وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۶)

وقال الالباني: أن رواية قتيبة بن سعيد عن ابن لهيعة ملحقة -من حيث الصحة -برواية العبادلة عنه كما بينه الحافظ الذهبي في "السير" (السلسلة الصحيحة،تحت حديث رقم ۳۲۰۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ اُنسیت پیدا (اور وحشت دُور) کرنے والی اور (اَجروثواب کے اعتبار سے) قیمتی ہوتی ہیں (مسند احمد)

اور حضرت سعید بن ابی ھند سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " لا تُكْرِهُوْا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْمُجَمِّلَاتُ "(شعب الايمان للبيهقى، حديث نمبر ۸۳۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ اُنسیت (اور وحشت دُور) کرنے والی اور (گھر بلکہ مرد کے ایمان کو) زینت بخشنے والی ہوتی ہیں (بیہقی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لا تُكْرِهُوْا الْبُنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُجَهِّزَاتُ الْمُؤْنِسَاتُ" (شعب الايمان، حديث نمبر ۸۳۲۹؛ باب فى حقوق الاولاد والاهلين)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ وہ (آخرت کی) تیاری کرانے والی اور اُنسیت پیدا (اور وحشت دُور) کرنے والی ہوتی ہیں (بیہقی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ (مسلم، حديث نمبر ۶۸۶۲، كتاب البر والصلة والآداب)

ترجمہ: جو شخص لڑکیوں کی طرف سے کسی آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے (صبر کیا، اور) اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو وہ لڑکیاں اُس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی (مسلم)

آزمائش میں ڈالے جانے سے مراد یہ ہے کہ عام طور پر لڑکیوں کی پیدائش کو بُرا سمجھا جاتا ہے، جو کہ شریعت کی نظر میں غلط ہے۔ لہٰذا لڑکیوں کی پیدائش سے انسان کا امتحان ہوتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی اور خوش ہوتا ہے، اور صبر وہمت سے کام لے کر لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے، تو وہ جہنم سے آزادی کی کامیابی حاصل کرتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں ناکام ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] قوله ﷺ :(من ابتلى من البنات بشىء .(إنما سماه ابتلاء لأن الناس يكرهونهن فى العادة وقال الله تعالى :(وإذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم) (شرح النووى، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات)

اورحضرت ابی الرواع سے روایت ہے کہ:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَهُ ، وَلَهُ بَنَاتٌ فَتَمَنّٰى مَوْتَهُنَّ ، فَغَضِبَ اِبْنُ عُمَرَ فَقَالَ :أَنْتَ تَرْزُقُهُنَّ ؟ (الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۸۳)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی تھا، جس کی بیٹیاں تھیں، اُس آدمی نے اُن بیٹیوں کی موت کی تمنا کی، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سخت غصہ ہوئے، اوراس سے فرمایا کہ کیا تو اُن کورزق دیتا ہے؟ (ادب المفرد)

مطلب یہ تھا کہ والدین اوراولاد سب کورزق دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، لہٰذا بیٹیوں کی موت کی تمنا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (ترمذی، ابواب البر والصلة عن رسول ﷺ، باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، پھر وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (ترمذی)

تین بیٹیاں یا بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی فضیلت دواور ایک بیٹی وبہن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے زیادہ ہے، اس لیے مذکورہ حدیث میں تین بیٹیوں وبہنوں کا ذکر کیا گیا۔

ورنہ دوبیٹیوں بلکہ ایک بیٹی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی فضیلت بھی کچھ کم نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم :مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُدْرِكُهُ اِبْنَتَانِ فَيُحْسِنُ صُحْبَتَهُمَا اِلَّا اَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ (الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۷۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کو دوبیٹیاں حاصل ہوئیں، پھراس نے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا، مگر یہ کہ وہ دونوں بیٹیاں اُس کے لیے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنیں گی (ادب المفرد)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم - مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ أَنَا وَھُوَ .وَضَمَّ أَصَابِعَہُ. (مسلم حدیث نمبر ۲۸۶۴،کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلی البنات)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں،تو وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ساتھ ساتھ ہوں گے، یہ فرماتے ہوئے (سمجھانے کی غرض سے) آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملادیا(مسلم)

اورحضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ کُنَّ لَہُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ یُؤْوِیھِنَّ ، وَیَرْحَمُھُنَّ، وَیَکْفُلُھُنَّ ، وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ اَلْبَتَّۃَ "قَالَ :قِیْلَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ :فَإِنْ کَانَتْ اثْنَتَیْنِ ؟ قَالَ "وَإِنْ کَانَتْ اثْنَتَیْنِ " قَالَ :فَرَأٰی بَعْضُ الْقَوْمِ، أَنْ لَوْ قَالُوْا لَہُ وَاحِدَۃً، لَقَالَ "وَاحِدَۃً " (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۲۴۷) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،جس کی تین بیٹیاں ہوں،اور وہ اُن کو ٹھکانہ دے،اور اُن پر رحم کرے،اور اُن کی کفالت کرے،تو اُس کے لیے ضرور جنت ثابت ہوجاتی ہے،راوی نے کہا کہ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی،راوی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ایک کا سوال کرتے تو رسول اللہ ﷺ ایک کے بارے میں بھی یہی جواب دیتے(مسند احمد)

اورحضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَنْ عَالَ ثَلَاثًا مِنْ بَنَاتٍ یَکْفِیھِنَّ وَیَرْحَمُھُنَّ وَیَرْفَقُ بِھِنَّ فَھُوَ فِی الْجَنَّۃِ ، فَقَالَ رَجُلٌ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَتَیْنِ ؟ قَالَ : وَاثْنَتَیْنِ حَتّٰی قُلْنَا :إِنَّ إِنْسَانًا لَوْ قَالَ :وَاحِدَۃً ، لَقَالَ :وَاحِدَۃً (مسند

---

[۱] قال الهيثمي:رواه أحمد والبزار والطبراني في الاوسط بنحوه وزاد ويزوجهن من طرق واسناد أحمد جيد (مجمع الزوائد ج۸ ص۱۵۷)

ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۲۱۵۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، اُن کی ضروریات کو پورا کیا، اور اُن پر رحم کیا اور ان کے ساتھ نرمی کی، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اگر دو بیٹیاں ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) ہم نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر کوئی انسان ایک کا سوال کرتا تو رسول اللہ ﷺ ایک کے بارے میں بھی یہی جواب دیتے (ابو یعلیٰ)

اور بعض روایات میں ایک بیٹی کے بارے میں بھی حضور ﷺ کے ارشاد کی صراحت ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ ثَـلَاثُ بَنَاتٍ، فَصَبَرَ عَلٰى لَأْوَائِهِنَّ ، وَضَرَّائِهِنَّ ، وَسَرَّائِهِنَّ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ " فَقَالَ رَجُلٌ :أَوْ ثِنْتَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ " أَوْ اِثْنَتَانِ " فَـقَالَ رَجُلٌ :أَوْ وَاحِـدَـةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ "أَوْ وَاحِدَةٌ (مسند احمد، حديث نمبر ۸۴۲۵)

ترجمہ: جس کی تین بیٹیاں ہوں، پھر وہ اُن کی سختیوں اور رنجوں اور خوشیوں (سب پر) صبر کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُن بچیوں پر رحم کرنے کی برکت سے جنت میں داخل فرمائیں گے، ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا دو بیٹیوں کی وجہ سے بھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کی وجہ سے بھی، پھر ایک آدمی نے کہا کہ کیا اے اللہ کے رسول! ایک بیٹی کی وجہ سے بھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بیٹی کی وجہ سے بھی (مسند احمد)

حضور ﷺ نے تین بیٹیوں کی تربیت اور ان پر رحم کرنے کی تو بطورِ خود فضیلت بیان فرمائی، اور دو اور ایک بیٹی کی پرورش فضیلت کو سوال کے بعد جواب میں بیان فرمایا۔

جس سے معلوم ہوا کہ تین بیٹیوں کی فضیلت دو اور ایک سے زیادہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ ایک بیٹی کی ولادت پر اکتفاء نہ کیا جائے۔

ان احادیث و روایات سے لڑکیوں کی پیدائش اور اُن کی اچھے طریقے پر محبت اور پیار کے ساتھ پرورش اور

---

[1] قال البوصيرى: رواه مسدد مرسلا، وأحمد بن منيع و أبو يعلى بسند صحيح (اتحاف الخيرة المهرة، باب ما جاء فى الإحسان إلى البنات والأخوات)

تربیت کرنے کی فضیلت اوراَجروثواب واضح ہوا۔

لہٰذالڑکیوں کی پیدائش کوحقیر ومکروہ سمجھنے کے بجائے باعثِ اعزازواکرام سمجھنا چاہیے۔

آج کل بعض لوگ زمانۂ حمل میں جدید طبی ذرائع سے تشخیص کراتے ہیں،اوراگرحمل کے بارے میں لڑکی کا ہونا معلوم ہوتا ہے،تواسے ضائع کرادیتے ہیں،یہ طرزِعمل جائزنہیں۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَدُلُّکُمْ عَلٰی أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتِکَ مَرْدُوْدَةٍ إِلَیْکَ لَیْسَ لَهَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ (ابنِ ماجه، حدیث نمبر، ۳۶۵۷، کتاب الادب، باب بر الوالد والإحسان إلی البنات)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں آپ کوافضل صدقہ نہ بتلاؤں،اوروہ یہ ہے کہ آپ کا اپنی اُس بیٹی (پرصدقہ کرنا) جوآپ کی طرف (اُس کے شوہر کے فوت ہونے یا طلاق دینے کی وجہ سے) لوٹ کرآئی ہے،اوراُس کاآپ کے علاوہ کوئی کمانے والانہیں ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہواکہ لڑکی کی شادی کرنے کے بعداگراُس کا شوہرفوت ہوجائے،یااُس کونعوذ باللہ تعالیٰ طلاق ہوجائے،اوراُس لڑکی کاوالدکے علاوہ کوئی کمانے والانہ ہو،تواُس کے اوپرخرچ کرنا،اوراس کی کفالت کرنایہ افضل صدقے میں داخل ہے۔ [۱]

خلاصہ یہ کہ اولاد پربنیتِ ثواب حلال مال خرچ کرنے سے انسان کوصدقہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے،خواہ نابالغ اولادپرخرچ کرے،یابالغ ضرورت منداولادپر،بلکہ بچہ کی ولادت وپیدائش پرجوکچھ خرچ ہوتا ہے، اس میں بھی اگرثواب اوررضائے الٰہی کی نیت کی جائے،تووہ بھی ان شاءاللہ تعالیٰ صدقہ میں شمارہوگا۔

مگریادرہے کہ یہ حکم ضروری،مفیداورجائزاخراجات کاہے،ناجائزاورگناہ کے کاموں میں خرچ کرنے میں ثواب نہیں،بلکہ گناہ ہے۔

---

[۱] ابنتک بالرفع أی هو صدقتها مردودة بالنصب علی الحالیة أی مطلقة راجعة إلیک لیس لها کاسب أی منفق علیها غیرک بالرفع علی الوصفیة وفی نسخة بالنصب علی الاستثناء لکنه ضعیف لأن الصحیح فی ذی الحال أن یکون معرفة هذا وفی النهایة المردودة هی التی تطلق وترد إلی بیت أبیها وأراد ألا أدلک علی أفضل أهل الصدقة فحذف المضاف قال الطیبی ویمکن أن تقدر صدقة تستحقها ابنتک فی حال ردها إلیک ولیس لها کاسب غیرک وهما حالان إما مترادفان أو متداخلتان والله أعلم(مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

عید کے دن کے مختصر مسنون ومستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے، اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں جو ان دونوں عناصر کو شامل ہوں؛ یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو، اور خوشی ومسرت کا پہلو بھی ہو۔ چنانچہ احادیث وروایات سے چند اعمال کا سنت ومستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)......عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت وذکر کرنا، اور بطورِ خاص گناہوں سے بچنا (۲)......عید کے دن صبح کو سویرے اُٹھنا، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا، اور مرد حضرات کو فجر کی نماز مسجد میں با جماعت پڑھنا (۳)......شریعت کے موافق طہارت ونظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب وزینت اختیار کرنا (۴)...... خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرنا (۵)......خاص اہتمام کے ساتھ مرد وعورت سب کو مسواک کرنا (۶)...... فاضل (یعنی زیرِ ناف وبغلوں اور مونچھوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا (۷)...... پاک وصاف عمدہ لباس جو میسر ہو پہننا (۸)......خوشبو لگانا (مگر خواتین تیز خوشبو لگانے سے پرہیز کریں) (۹)......صدقۂ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر دینا (۱۰)......عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا (۱۱)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا (۱۲)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز، عید گاہ میں ادا کرنا (۱۳)......عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کہنا، اور تکبیر ان الفاظ میں کہنا بہتر ہے:

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"

(۱۴)......عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا (۱۵)...... جس راستہ سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا (۱۶)......اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق صحیح مستحقین ومساکین کو صدقہ کرنا (۱۷)......حسبِ حیثیت اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی ضروریات (لباس، اور کھانے پینے وغیرہ) میں وسعت وفراخی کرنا (۱۸)......گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

(تفصیلی دلائل اور حوالہ جات کے لئے "شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام" ملاحظہ فرمائیں)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

عید کی نماز کا طریقہ

عید کی نماز کا طریقہ عام نمازوں کی طرح ہی ہے، البتہ عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ تکبیریں زیادہ ہیں، تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور سورہ فاتحہ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرائت کے بعد اور رکوع سے پہلے۔

پس پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات قرائت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد میں ہیں، اور اس طرح دونوں رکعتوں میں قرائت پے در پے ہے، دونوں سورتوں کی قراءت کے درمیان زائد تکبیرات حائل نہیں ہیں۔

اور اگر تکبیرِ تحریمہ اور دونوں رکعتوں کی رکوع کی تکبیرات کو بھی ان چھ زائد تکبیرات کے ساتھ شمار کیا جائے، تو مجموعی طور پر نو اور تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ آٹھ تکبیرات بن جاتی ہیں۔

عید کی نماز کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں عید الفطر کی دو رکعت چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھنے کی نیت کرے۔

پھر عام نمازوں کی طرح تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے، اور ثناء (یعنی **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ**) پڑھے، پھر وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر ''اللہ اکبر'' کہے، پہلی اور دوسری مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے، اور تیسری مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے، اور امام کو چاہئے کہ ہر دفعہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے، جتنی دیر تین مرتبہ ''**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم**'' کہنے میں لگتی ہے، مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بھی وقفہ کیا جاسکتا ہے۔

پہلی رکعت میں تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد امام ''**اَعُوْذُ بِاللّٰہ**'' اور ''**بِسْمِ اللّٰہ**'' پڑھ کر عام نمازوں کی طرح اونچی آواز سے سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرأت کرے اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پہلی رکعت مکمل کرے۔

پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر حسبِ قاعدہ سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرأت کرے، اور پھر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے جیسے پہلی

رکعت میں کہا تھا اور تینوں مرتبہ ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے۔

پھر چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں اور قعدہ کے ساتھ اور سلام پھیر کر نماز مکمل کرے۔

عید کی نماز کے بعد امام کے لئے کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنے کا حکم ہے، اور امام کو عید کی نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا چاہئے، اور دونوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے بیٹھنا چاہئے۔

کئی احادیث سے عید کی نماز کے بعد خطبہ ثابت ہے۔

مگر عید کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح فرض نہیں، بلکہ سنت ہے، البتہ اس کا خاموشی سے سننا واجب ہے۔

فقہائے کرام نے عید کی نماز کے خطبہ میں تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کثرت سے پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور بعض حضرات نے افضل اس کو قرار دیا ہے کہ پہلے خطبہ کے بالکل شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ اور بالکل آخر میں چودہ مرتبہ مسلسل تکبیر یعنی ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کہا جائے۔

عید کی نماز سے فارغ ہوکر گھر آنے کے بعد چار رکعت نفل نماز (عام نماز کے طریقہ پر) پڑھنا بہتر ہے، بعض روایات میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، یہ بھی درست ہے۔

حج وعمرہ تربیتی کورس

حج وعمرہ کے سفر پر جانے والے حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حسبِ سابق اس سال بھی مفتی محمد رضوان صاحب کی زیرِ نگرانی، ادارہ غفران ٹرسٹ کے زیرِ انتظام حج وعمرہ تربیتی کورس منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں انشاء اللہ تعالیٰ اہم احکام ومسائل اور آسان طریقۂ حج وعمرہ کی تعلیم وتربیت دی جائے گی۔ خواتین کے لئے پردہ کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔ عازمینِ حج وعمرہ شرکت فرما کر مستفید ہوں۔

آغاز..............07 ستمبر 2012ء بروز جمعہ

اختتام............12 ستمبر 2012ء بروز بدھ

بوقت..............................بعد نماز مغرب

بمقام...........ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی 051-5507270-5507530

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

شوّال کے چھ روزوں کے فضائل واحکام

رمضان کے روزوں اور عید الفطر سے فراغت کے بعد شوال کے مہینہ میں روزے رکھنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے، اور خاص طور پر رمضان کے روزے رکھ کر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی عظیمُ الشان فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّامِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَکَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ کُلَّھَا (مسند احمد) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو گویا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۲۰۴، حدیث نمبر ۱۱۶۴، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة أیام من شوال إتباعا لرمضان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ لہٗ؛ ترمذی، حدیث نمبر ۷۵۹؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۵۳۳؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۴۳۳؛ ابنِ ماجه، حدیث نمبر ۱۷۱۶.

[2] حدیث نمبر ۱۴۳۰۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہٗ؛ سنن کبریٰ نسائی، حدیث نمبر ۲۸۷۸.
فی حاشیة مسند احمد: صحیح لغیرہ.

اورحضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ ، قَالَ :قُلْتُ لَهُ :كُلُّ يَوْمٍ عَشْرٌ؟، قَالَ :نَعَمْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے،تو یہ پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہرایک دن، دس (دن کے روزوں کے ثواب) کے برابر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (ترجمہ ختم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کونقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حَدِيْثُ اَبِیْ اَيُّوْبَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ اِسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (ترمذی) ۲؎

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے،اوراس حدیث کی وجہ سے علماء کی جماعت نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے (ترجمہ ختم)

اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ، فَقَدْ صَامَ السَّنَةَ (صحیح ابنِ حبان) ۳؎

۱؎ حدیث نمبر ۳۹۰۲،مکتبة ابنِ تیمیة، القاهرة.

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۸۴، باب فیمن صام رمضان وستة أیام من شوال)

۲؎ ابواب الصوم، باب ما جاء فی صیام ستة أیام من شوال،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی - مصر.

۳؎ حدیث نمبر ۳۶۳۵،کتاب الصوم، باب صوم التطوع، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ؛ مسند الشامیین للطبرانی، حدیث نمبر ۴۸۵.

فی حاشیة ابنِ حبان: إسناده صحیح، أبو أسماء الرحبی :هو عمرو بن مرثد. وأخرجه أحمد ۵/۲۸۰، والدارمی ۲/۲۱، والطحاوی فی "مشکل الآثار۳/۱۱۹، ۱۲۰"، وابن ماجه "۱۷۱۵" فی الصیام :باب صیام ستة أیام من شوال، والبیهقی ۴/۲۹۳، والنسائی فی "الکبری" "کما فی "التحفة"۲/۱۳۹"، والخطیب فی تأریخه ۲/۳۶۲ من طرق عن یحیی بن الحارث الذماری، بهذا الإسناد.

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثوبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ بِشَهْرَيْنِ فَذٰلِكَ صِيَامُ سَنَةٍ (السنن الكبرىٰ للنسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے دس مہینوں کے (اجروثواب کے) برابر ہیں اور شوال کے چھ دِنوں کے روزے دومہینوں کے (اجروثواب کے) برابر ہیں، پس یہ (دونوں قسم کے روزے) پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثوبان کی ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّـهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :جَعَلَ اللّٰهُ الْحَسَنَةَ بِعَشْرٍ فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ وَسِتَّةُ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ تَمَامُ السَّنَةِ (السنن الكبرىٰ للنسائی) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کردیا ہے، پس (رمضان کا) ایک مہینہ دس مہینوں کے (اجروثواب کے) برابر ہے اور عیدُ الفطر کے بعد چھ دِن (کے روزے ملاکر) پورے سال کے برابر (اجروثواب) ہے (ترجمہ ختم)

اور ابنِ ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ

---

[1] حديث نمبر ۲۸۷۳، كتاب الصيام،باب صيام ستة أيام من شوال، مؤسسة الرسالة، بيروت؛ شرح مشكل الآثار، حديث نمبر ۲۳۴۸؛ تاريخ بغداد، ج ۱، ص ۴۶۴.

قال الالبانی: صحيح (صحيح الترغيب والترهيب، تحت حديث نمبر ۱۰۰۷)

[2] حديث نمبر ۲۸۷۴، كتاب الصيام،باب صيام ستة أيام من شوال، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٔ؛ شرح مشكل الآثار، حديث نمبر ۲۳۴۹؛ مسند احمد، حديث نمبر ۲۲۴۱۲.

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن .

أَمْثَالِهَا (ابنِ ماجه) ۱

ترجمہ: جس نے عیدُ الفطر کے بعد چھ روزے رکھے، تو یہ (رمضان کے روزوں کے ساتھ مل کر اجروثواب میں) پورے سال کے برابر ہوجائیں گے، جو شخص ایک نیک عمل کرے گا، تو اسے اُس کے دس گنا اجروثواب حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ فَذٰلِکَ صِیَامُ الدَّهْرِ (مستخرج ابی عوانة) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں (ترجمہ ختم)

ثواب دینے کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے، جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہوگئے، چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہوجاتے ہیں، قمری سال کے حساب سے ایک سال میں عموماً تین سو چوّن دن ہوتے ہیں، لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے سال کا ثواب شمار ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ ۳

محدثین نے لکھا ہے کہ رمضان کے فرض روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینے میں ان چھ نفلی روزوں کو وہی نسبت اور مقام حاصل ہے جو فرضوں کے ساتھ سنت و نفل نماز کو حاصل ہوتا ہے۔

---

۱ حدیث نمبر ۱۷۱۵، کتاب الصیام، باب صیام ستة أیام من شوال.
(حکم الألبانی)صحیح.

۲ حدیث نمبر ۲۷۰۲، کتاب الصیام، باب بیان ثواب من صام رمضان، وفضیلة صومه إذا أتبع بصوم ستة أیام من شوال، دارالمعرفة، بیروت، واللفظ لهٔ؛ مسند بزار، حدیث نمبر ۸۳۳۴.
قال الهیثمی: رواه البزار وله طرق رجال بعضها رجال الصحیح (مجمع الزوائد، ج۳ص ۱۸۳)

۳ من صام رمضان ثم أتبعه "بهمزة قطع أی جعل عقبه فی الصیام "ستا "أی ستة أیام والتذکیر لتأنیث الممیز، أو باعتبار لیالیه "من شوال "وهو یصدق علی التوالی والتفرق "کان کصیام الدهر "قال الطیبی: وذلک لأن الحسنة بعشر أمثالها، فأخرجه مخرج التشبیه للمبالغة والحث علی صیام الست اهـ (مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۴۱۶، کتاب الصوم، باب صیام التطوع)

چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز فرض نماز کے اندر اگر کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہوگی تو وہ سنت ونفل نمازوں سے پوری کی جائے گی ، لہٰذا جولوگ صرف رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پورے فوائد اور برکات حاصل نہیں کر پاتے وہ فوائد شوال کے چھ روزے رکھ کر حاصل ہوجاتے ہیں۔ ۱؎

بعض علماء نے فرمایا کہ شوال کے روزوں کی اتنی عظیم فضیلت اس مہینہ کے رمضان کے بابرکت مہینہ سے متصل اور ملا ہوا ہونے کی وجہ سے ہے، نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رمضان میں روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں کھانے کی رغبت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اس میں روزہ رکھنا نفس پر زیادہ گراں گذرتا ہے، اور جس عمل میں نفس کو زیادہ مشقت ہو، اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ ۲؎

شوال کے چھ روزوں کے مسائل

(۱)......اگر کسی کے ذمہ رمضان کے روزے قضا ہوں، تو اس کو بھی شوال کے مہینے میں نفلی روزے رکھنا اگرچہ جائز ہے، مگر بعض علماء کے نزدیک شوال کے ان چھ روزوں کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس رمضان کے روزوں کی پوری تعداد مکمل طور پر ادا کرلی ہو (کیونکہ حدیث میں ان روزوں کی فضیلت رمضان کے مہینے کے روزے رکھ لینے کے بعد بیان کی گئی ہے)

۱؎ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ روحہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے:

وَالسِّرُّفِیُ مَشُرُوُعِیَّتِهَا اَنَّهَا بِمَنُزِلَةِ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ فِی الصَّلٰوةِ تَکُمِلُ فَائِدَتُهَا بِالنِّسُبَةِ اِلٰی اَمُزِجَةٍ لَـمُ تَتَـامُ فَـائِدَتُهَا بِهِمُ ، وَاِنَّمَا خُصَّ فِیُ بَیَانِ فَضُلِهٖ اَلتَّشَبُّهُ بِصَوُمِ الدَّهُرِ لِاَنَّ مِنَ الْقَوَاعِدِ الْمُقَرَّرَةِ اَنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشُرِ اَمُثَالِهَا وَبِهٰذِهِ السِّتَّةِ یَتِمُّ الْحِسَابُ (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۸۷)

ترجمہ:ان روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنج گانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں، جن کی وجہ سے ان لوگوں کو پورا فائدہ ہوجاتا ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے ، ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات ، کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس واسطے مخصوص کی گئی ہے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہوسکتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوئے اور چھتیس کو دس سے ضرب دیں تو تین سو ساٹھ ہوجاتے ہیں، جو ایک سال کے دن ہیں) (ترجمہ ختم)

۲؎ قال ابن رجب هذانص فی تفضیل شوال علی الاشهر الحرم وذالک لانه یلی رمضان من بعده کمایلیه شعبان من قبله وشعبان افضل من الاشهرالحرم لصوم النبی ﷺ له دون شوال فاذا کان صوم شوال افضل من الحرم فصوم شعبان اولٰی فظهرا ان افضل التطوع ماکان بقرب رمضان قبله وبعده وذالک ملحق بصوم رمضان ومنزلته منه منزلة الرواتب من الفرائض (فیض القدیر ج ۴ حرف الصاد)وخص شوال لانه زمن یستدعی الرغبة فیه الی الطعام لوقوعه عقب الصوم فالصوم حینئذا اشق فثوابه اکثروفیه ندب صوم الستةالمذکورة (فیض القدیر ج ٦ تحت رقم حدیث ۸۷۷۷)

البتہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اگر کسی کے اس رمضان کے روزے عذر میں قضا ہوئے ہوں، تو اس کو شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

اس لئے اگر کسی کے ذمہ اس رمضان کے کچھ روزے قضاء ہوں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ان کو ادا کیا جائے پھر شوال کے باقی ماندہ دِنوں میں چھ روزے رکھ کر فضیلت حاصل کی جائے۔ [۱]

(۲)......بعض علماء کی تصریح کے مطابق ایک روزے سے رمضان کے قضاء روزے کی ادائیگی اور شوال کے روزے کی فضیلت اکٹھی حاصل نہیں کی جاسکتی، لہٰذا یہ دونوں روزے الگ الگ رکھنا چاہئے۔ [۲]

(۳)......شوال کے یہ روزے لگاتار رکھنا یا عید کے اگلے دن سے فوراً رکھنا ضروری نہیں بلکہ شوال کے مہینے میں عید کا دن چھوڑ کر جب اور جس طرح سے چاہیں رکھ سکتے ہیں، بس اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ ان چھ روزوں کی تعداد شوال کے مہینے میں مکمل ہوجانی چاہئے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک ان

---

[۱] وَلَوْ صَامَ فِي شَوَّالٍ قَضَاءً أَوْ نَذْرًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ ، هَلْ تَحْصُلُ لَهُ السُّنَّةُ أَوْ لَا ؟ لَمْ أَرَ مَنْ ذَكَرَهُ ، وَالظَّاهِرُ الْحُصُولُ. لَكِنْ لَا يَحْصُلُ لَهُ هَذَا الثَّوَابُ الْمَذْكُورُ خُصُوصًا مَنْ فَاتَهُ رَمَضَانُ وَصَامَ عَنْهُ شَوَّالًا ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَصْدُقْ عَلَيْهِ الْمَعْنَى الْمُتَقَدِّمُ ، وَلِذَلِكَ قَالَ بَعْضُهُمْ :يُسْتَحَبُّ لَهُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ أَنْ يَصُومَ سِتًّا مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لِأَنَّهُ يُسْتَحَبُّ قَضَاءُ الصَّوْمِ الرَّاتِبِ اهـ .وَهَذَا إنَّمَا يَأْتِي إذَا قُلْنَا :إنَّ صَوْمَهَا لَا يَحْصُلُ بِغَيْرِهَا .أَمَّا إذَا قُلْنَا بِحُصُولِهِ وَهُوَ الظَّاهِرُ كَمَا تَقَدَّمَ فَلَا يُسْتَحَبُّ قَضَاؤُهَا (مغنى المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج ، ج۵، ص ۳۱۰، باب فى صوم التطوع)

وقضية كلام التنبيه وكثيرين أن من لم يصم رمضان لعذر أو سفر أو صبا أو جنون أو كفر لا يسن له صوم ستة من شوال .قال أبو زرعة :وليس كذلك :أى بل يحصل أصل سنة الصوم وإن لم يحصل الثواب المذكور لترتبه فى الخبر على صيام رمضان .وإن أفطر رمضان تعديا حرم عليه صومها .وقضية قول المحاملى تبعا لشيخه الجرجانى (يكره لمن عليه قضاء رمضان أن يتطوع بالصوم كراهة صومها لمن أفطره بعذر) فينافى ما مر ، إلا أن يجمع بأنه ذو وجهين ، أو يحمل ذاك على من لا قضاء عليه كصبى بلغ وكافر أسلم وهذا على من عليه قضاء (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، ج ۱۰، ص ۲۰، كتاب الصيام)

(قوله :ثم أتبعه) أى حقيقة إن صامه وحكما إن أفطره؛ لأن قضاءه يقع عنه فكأنه مقدم ومن هنا يعلم أن من عجز عن صوم رمضان وأطعم عنه، ثم شفى يوم العيد، ثم صام ستة أيام من شوال حصل له الثواب المذكور كما حققه البرماوى(حاشية البجيرمى على شرح المنهج، ج ۲ ص ۸۹، كتاب الصوم، باب صوم التطوع)

[۲] حدیث مسلم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتاً مِّنْ شَوَّالَ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھ روزے غیر رمضان کے مراد ہیں، نیز صیامِ دہر کے ثواب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ہے، اس حساب سے رمضان کا مہینہ دس ماہ کے قائم مقام ہوا، پورے سال سے دو ماہ رہ گئے، اس کی تکمیل کے لئے شوال کے چھ روزے ہیں، جو ساٹھ روز (دو ماہ) کے قائم مقام ہیں، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ نفل روزے مراد ہیں، ان ایام سے قضاء روزوں سے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۴۱)

روزوں کو عید کے بعد لگاتار رکھنا افضل ہے۔ [1]

(۴)......بعض احمق اور کم عقل وکم علم لوگ ان چھ روزوں کے بعد شش عید کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے چھ روزوں کے بعد عید منانے کی بدعت شروع کردی، یہ جہالت وحماقت پر مبنی ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

(۵)......شوال کے یہ روزے کیونکہ نفلی درجہ کا حکم رکھتے ہیں، اس لئے ان پر نفلی روزوں کے احکام ہی جاری ہوں گے۔

چنانچہ ان روزوں کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا تو زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کرلینا صحیح ہے اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔

نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔لہٰذا دل میں نیت کرلینا کافی ہے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو تو تھوڑا بہت سنت کی نیت سے کچھ کھالینا چاہئے لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہوجائے گا۔

نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء ضروری ہوجاتی ہے لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔

عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔

مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت صبح صادق ہونے پر ختم ہوجاتا ہے خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔اور صبح صادق کا وقت مستند جنتریوں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

---

[1] واختلفوا فيما بينهم، فقيل :الأفضل وصلها بيوم الفطر لظاهر قوله :ثم أتبعه ستا، وقيل :تفريقها (شرح النقاية، ج۲، ص ۲۱۵،الايام التى يستحب صومها)

وَتَحْصُلُ السُّنَّةُ بِصَوْمِهَا مُتَفَرِّقَةً (وَ) لَكِنْ (تَتَابُعُهَا أَفْضَلُ) عَقِبَ الْعِيدِ مُبَادَرَةً إلَى الْعِبَادَةِ وَلِمَا فِي التَّأْخِيرِ مِنْ الْآفَاتِ (مغنى المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج ، ج۵، ص ۳۱۰، باب فى صوم التطوع)

شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک علمی شبہ اور اس کا جواب

آج کل بعض حضرات نے شوال کے ان چھ روزوں کو فقہ کی بعض عبارات کے حوالے سے مکروہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

دلائل کی رُو سے ان کا یہ کہنا درست نہیں، احادیثِ مبارکہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور جمہور مشائخ رحمہم اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں راجح اور مضبوط بات یہ ہے کہ پہلی شوال یعنی عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں۔

البتہ بعض کتابوں میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کی طرف ان روزوں کے مکروہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ نسبت علی الاطلاق صحیح نہیں، کیونکہ ان حضرات نے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ نہیں قرار دیا بلکہ کچھ خاص صورتوں میں مکروہ قرار دیا ہے۔

مثلاً یہ روزے اس صورت میں مکروہ اور ممنوع ہیں، جبکہ کوئی شخص عید کے دن بھی روزہ رکھے، یا پھر یہ کہ ان روزوں کو رمضان کا حصہ اور رمضان کی طرح ضروری سمجھے، کیونکہ ان صورتوں میں اسلامی احکام میں گڑبڑ اور خرابی لازم آتی ہے۔

اور اگر عید الفطر کے دن کو چھوڑ کر اور رمضان کا حصہ سمجھے بغیر شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ مستحب ہے، معتمد و مستند کتابوں اور عربی و اُردو فتاویٰ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ [1]

---

[1] (وندب تفریق صوم الست من شوال) ولا یکره التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی.
والإتباع المکروه أن یصوم الفطر وخمسة بعده فلو أفطر الفطر لم یکره بل یستحب ویسن ابن کمال
(الدرالمختار، کتاب الصوم)

(مطلب فی صوم الست من شوال) (قوله وندب إلخ) ذکر هذه المسألة بین مسائل النذر غیر مناسب وإن تبع فیه صاحب الدرر (قوله علی المختار) قال صاحب الهدایة فی کتابه التجنیس :إن صوم الستة بعد الفطر متتابعة منهم من کرهه والمختار أنه لا بأس به لأن الکراهة إنما کانت لأنه لا یؤمن من أن یعد ذلک من رمضان فیکون تشبها بالنصاری والآن زال ذلک المعنی اهـ ومثله فی کتاب النوازل لأبی اللیث والواقعات للحسام الشهید والمحیط البرهانی والذخیرة؛ وفی الغایة عن الحسن بن زیاد أنه کان لا یری بصومها بأسا ویقول کفی بیوم الفطر مفرقا بینهن وبین رمضان اهـ وفیها أیضا عامة المتأخرین لم یروا به بأسا.
واختلفوا هل الأفضل التفریق أو التتابع اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا مختار اور راجح قول کے مطابق یکم شوال کے بعد بقیہ شوال کے دنوں میں چھ نفلی روزوں کو مکروہ قرار دینا غلط ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی الحقائق صومها متصلا بيوم الفطر يكره عند مالک وعندنا لا يكره وإن اختلف مشايخنا في الأفضل. وعن أبي يوسف أنه كرهه متتابعا والمختار لا بأس به اهـ وفي الوافي والكافي والمصفى يكره عند مالک، وعندنا لا يكره، وتمام ذلک في رسالة تحرير الأقوال في صوم الست من شوال للعلامة قاسم وقد رد فيها على ما في منظومة التباني وشرحها من عزوه الكراهة مطلقا إلى أبي حنيفة وأنه الأصح بأنه على غير رواية الأصول وأنه صحح ما لم يسبقه أحد إلى تصحيحه وأنه صحح الضعيف وعمد إلى تعطيل ما فيه الثواب الجزيل بدعوى كاذبة بلا دليل ثم ساق كثيرا من نصوص كتب المذهب فراجعها فافهم (قوله والإتباع المكروه إلخ) العبارة لصاحب البدائع وهذا تأويل لما روى عن أبي يوسف على خلاف ما فهمه صاحب الحقائق كما في رسالة العلامة قاسم، لكن ما مر عن الحسن بن زياد يشير إلى أن المكروه عند أبي يوسف تتابعها وإن فصل بيوم الفطر فهو مؤيد لما فهمه في الحقائق تأمل (ردالمحتار، ج۲، ص۴۳۵، كتاب الصوم)

ولا يُكْرَهُ عندنا، وعند الشافعي إِتْبَاعُ عيدِ الفطر بِسِتٍّ من شوّال، لقوله صلى الله عليه وسلم مَنْ صَامَ رمضانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا من شوال كانَ كَصِيامِ الدَّهْرِ .رواه مسلم وأبو داود .وكَرِهَهُ مالكٌ، وهو رِوَايةٌ عن أَبي حنيفة وأَبي يوسف، لاشْتِمَالِهِ على التَّشَبُّهِ بأَهل الكتاب في الزيادة على الفروض، والتشبّه بهم مَنْهِيٌّ عنه، وعَامَّةُ المُتَأَخِّرِينَ لم يَرَوْا به بَأْساً (شرح النقاية، ج۲، ص ۲۱۵)

وَمِنْهَا اِتِّبَاعُ رَمْضَانَ بِسِتٍّ مِّنْ شَوَالٍ كَذَا قَالَ اَبُوْيُوْسُفَ كَانُوْايَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّتْبِعُوْا رَمْضَانَ صَوْماً خَوْفًااَنْ يَّلْحَقَ ذٰلِكَ بِالْفَرْضِيَّةِ وَكَذَارُوِيَ عَنْ مَالِكٍ ...والاتباع المكروه هوان يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة ايام فاما اذا افطر يوم العيد ثم صام بعده ستة ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، كتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصيام)

اما صوم التطوع فالايام كلها محل له عندنا وهورواية محمد عن ابي حنيفة ويجوز صوم التطوع خارج في الايام كلها ...فقد جعل السنة كلها محلا للصوم على العموم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۷،۷۸، كتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصيام)

(ولا يكره إتباع الفطر بصوم ستة من شوال) في المختار؛ لأنه وقع الفصل بيوم الفطر فلا يلزم التشبه بأهل الكتاب فليس بمكروه، بل هو مستحب وسنة لورود الحديث في هذا الباب .والاتباع المكروه وهو أن يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة أيام (وتفريقها) أي صوم الستة أفضل؛ لأنه (أبعد عن الكراهة والتشبه بالنصارى) في زيادة صيام أيام على صيامهم (مجمع الانهر، ج ۱، ص۲۵۵، كتاب الصوم)

نُسِبَ اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ كَرَاهَتُهَا وَاِلَى الشَّافِعِيْ وَاَحْمَدَ اِسْتِحْبَابُهَا وَالنُّقُوْلُ الَّتِيْ حَكَاهَا الْمُتَاخِرُوْنَ مِنْ اِبْنِ نُجَيْمٍ وَالْكَمَالِ وَابْنِ الْكَمَالِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ عُلَمَائِنَا مُضْطَرِبَةٌ وَلٰكِنْ اَفْرَدَ هٰذَا الْمَوْضُوْعَ الْمُحَقِّقُ الْعَلَّامَةُ الْحَافِظُ قَاسِمُ بْنُ قَطْلُوْبُغَا بِرِسَالَةٍ خَاصَّةٍ سَمَّاهَا "تَحْرِيْرُ الْاَقْوَالِ فِيْ صَوْمِ السِّتِّ مِنْ شَوَّالٍ" وَحَقَّقَ مِنْ نُصُوْصِ الْمَذْهَبِ اِسْتِحْبَابَهَا عِنْدَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسَفَ (معارف السنن ج ۵ ص ۴۴۳، باب ماجاء في صيام ستة ايام من شوال)

اور یہ قول مفتٰی بہ نہ ہونے کے علاوہ متعدد مستند کتب اور جمہور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔

اوراس سلسلے میں علماء، صلحاء کا شوال کے چھ روزوں کے مستحب ہونے کے ثبوت میں جو عمل جاری رہا ہے، یہی صحیح ہے اور کسی شک وشبہ کے بغیر یہ چھ روزے عید کا دن چھوڑ کر رکھنے میں حرج نہیں، بلکہ مستحب اور عظیم ثواب ہے، بشرطیکہ ان کو نفلی روزوں کا درجہ دیا جائے، اور فرض وواجب اور رمضان کا حصہ نہ سمجھا جائے۔

آٹھ شوّال کو یا نفلی روزوں سے فارغ ہوکر ایک اور عید منانا

بعض لوگ عیدُ الفطر گزرنے کے بعد شوال کے مہینے میں آٹھ تاریخ کو ایک اور عید مناتے ہیں، جبکہ بعض لوگ شوال کے چھ روزوں سے فارغ ہوکر یہ عید مناتے ہیں اور بعض لوگ اس عید کو ''عیدِ ابرار'' کا نام دیتے ہیں۔

اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس کو عید قرار دینا شرعاً غلط ہے۔ [1]

---

[1] وأما ثامن شوال فليس عيدا لا للأبرار ولا للفجار ولا يجوز لأحد أن يعتقده عيدا ولا يحدث فيه شيئا من شعائر الأعياد(الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة، ج۵،ص ۳۷۹، کتاب الصوم، فصل صیام ثلاثة ایام من کل شهر)

ولایجوز اعتقاد ثامن شوال عیدا فانهٗ لیس بعید اجماعاً ولا شعائرهٗ شعائر العید (الفروع لابنِ مفلح ، کتاب الصیام،باب صوم التطوع وذکر لیلة القدر ومایتعلق بذالک)

وأما اتخاذ موسم غير المواسم الشرعية كبعض ليالي شهر ربيع الأول التي يقال إنها ليلة المولد، أو بعض ليالي رجب، أو ثامن عشر ذي الحجة، أو أول جمعة من رجب، أو ثامن شوال الذي يسميه الجهال "عيد الأبرار"، فإنها من البدع التي لم يستحبها السلف ولم يفعلوها (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة، ج۴ص ۴۱۴، کتاب الفضائل)

مقالات ومضامین (جنت اوراس کی بہاریں: قسط۳) مفتی محمد امجد حسین

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ. الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۵ تا ۱۷)

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے کہو) کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو (جو دنیا میں ان کے پاس ہیں۔سنو) جو لوگ پرہیز گار ہیں ان کے لئے خدا کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) خدا کی خوشنودی ہے اور خدا (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو خدا سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

وضاحت:......اس سے پچھلی آیت میں دنیا کے مال ومتاع اور شہوات وخواہشات کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ دنیا کی ناپائیدار زندگی کا دھوکے کا سامان ہے، لیکن لوگ فانی زندگی کے اس ''متاع غرور'' پر ہی فریفتہ اور ان میں مگن ہو کر آخرت کی کامیابی ونجات، جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول سے غافل ہو گئے۔ [۱]

حالانکہ دنیا کی یہ سب جمع پونجی لذّات وخواہشات، جو انسانوں کو مرغوب ومحبوب ہیں بالکل، حقیر، خسیس، عارضی، ناپائیدار، اور بیکار ہیں، اس کے مقابلے میں اعلیٰ اور پائیدار چیز جنت اور اس کی نعمتیں ہیں، اور

---

۱ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۴)

ترجمہ: لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں، اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر پچھلی آیت والی دنیوی نعمتوں کے مقابلے میں کیا ہے، مثلاً پچھلی آیت میں ''النساء'' (عورتوں) کے مقابلے میں جنت میں ''ازواج مطہرہ'' کا ذکر ہے۔

یہ ''ازواجِ مطہرہ'' حسن و جمال میں سورج اور چاند کو بھی شرمائیں گی، اور یہ حسن و جمال بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا نہ کہ جوانی کے ایک محدود عرصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا، اور حیض و نفاس، پیشاب پاخانہ، تھوک رینٹھ وغیرہ آلائشوں سے پاک جو دنیوی زندگی میں اولادِ آدم کو لازم ہیں، باوجود حسن و جمال کے یہ سب ناگوار چیزیں دنیا میں عورتوں کے ساتھ ہیں، اس ایک نمونہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ جنت کی نعمتوں کو جو دنیوی نعمتوں کے مقابلے میں ''بخیر من ذالک'' قرار دیا اس کی کیا شان ہوگی، اسی طرح جنت کے باغات کا ذکر ہے۔

جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، یہ باغات نعمتوں سے، حسن و شادابی سے، چہل پہل سے، رونق و رنگینی سے، زندگی کی بھرپور امنگوں اور ترنگوں سے معمور ہوں گے، دنیا کے باغوں کو جو ہمہ دم خزاں رسیدگی کی زد پر رہتے ہیں ان ''جنّت عدن'' سے کوئی نسبت نہیں، تیسری چیز اس آیت میں اللہ کا قرب اور رضا بیان ہوئی ہے، جو اہل جنت کو عطا ہوگی، اور ظاہر ہے اس سے بڑی نعمت جنت کی نعمتوں میں سے بھی کوئی نہیں۔ورضوان من اللہ اکبر۔اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔

بہرحال آیت میں بتایا جارہا ہے جنت کی یہ لازوال وسدا بہار نعمتیں متقین کو ملیں گی، اللہ سے ڈرنے والے دنیا میں خواہشات اور شہواتِ دنیا پہ کنٹرول کرنے والے، اپنے آپ کو قابو میں رکھنے والے، آخرت کی رونقوں کے لیے دنیا کی رونق ورنگینی کو قربان کردینے والے، یہ متقین ہیں جو جنت کے وارث اور مالک بنیں گے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ. فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (سورة القمر، آیت ۵۴، ۵۵)

ترجمہ: جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے (یعنی) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

اگلی دو آیتوں میں متقین کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ متقین کی دنیا میں کیا شان ہوتی ہے، کیا طور طریقے اور کیا عادات، احوال واعمال ہوتے ہیں؟ متقین کے تذکرہ میں قرآن مجید نے جابجا متقین کی صفات بھی بیان کی ہیں، اس سے جہاں ایک طرف تقوی کی حقیقت اور متقی بننے کا طریقہ معلوم ہوجاتا ہے کہ متقی ہونے کے لیے مسلمان کو ان صفات کا حامل ہونا چاہیے، تو دوسری طرف جنت میں جانے کے کوائف اور شرائط بھی

متقین کے ان صفات سے واضح ہوجاتی ہیں کہ جنت میں جانا چاہتے ہوتو ان صفات کے حامل بن جاؤ۔

متقیوں کی صفات مذکورہ آیت کی روشنی میں

(۱)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موقعہ بموقعہ دعا مانگتے ہوئے ایمان کا اقرار کرنا (جو گویا فرمانبرداری کا اظہار کرنا ہے) گناہوں کی مغفرت وبخشش چاہنا، جہنم کی آگ سے پناہ مانگنا۔

(۲)......یہ متقی لوگ بڑے صبر کرنے والے ہوتے ہیں، صبر کس چیز پر؟ تین چیزوں پر:

(الف) دین کے راستے کی مشکلات وآزمائشوں پر مصائب وآفات پر (ب) گناہوں سے اجتناب پر، کہ نفس دنیا کی رونق ورنگینی پر فریفتہ کر کے گناہ کا ارتکاب کرانا چاہتا ہے، لیکن یہ نفس کو روکے رکھتے ہیں، محض اللہ کے خوف سے، جنت کے شوق سے (ج) اعمال صالحہ یعنی شرعی احکام کی بجاآوری کا اہتمام کرنے والے، فرمانبرداری اور خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔

(۳)......اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے۔

(۴)......رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے والے (تہجد، ذکر، تلاوت، مناجات، اور دعا میں رات کے آخری پہر مشغول ہونے والے)

رات کے آخری لمحوں میں ایک ایسی دولت بٹتی ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو کہ بینی خندہ در لبھا وآتش پارہ در دلہا

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ .الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ .وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ.أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ(سورة آلِ عمران، آيت ۱۳۳ تا ۱۳۶)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ

یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے رہو اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔

پہلی آیت میں مغفرت کی طرف سبقت کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم دیا ہے، مغفرت کی طرف سبقت کرنے سے مراد اسباب مغفرت کو اختیار کرنا اور عمل میں لانا ہے، اور اسباب مغفرت سے مراد تمام اعمال صالحہ ہیں جن کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ وعملوا الصّٰلحٰت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر ''ادائیگی فرائض'' سے فرمائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے فرض واجب احکام خواہ عبادات کے باب سے ہوں یا معاشرت، اخلاقیات اور معاملات کے باب سے ان کو بجالانا، مغفرت کے ساتھ ساتھ جنت کی طرف آگے بڑھنے اور سبقت کرنے کا حکم دیا ہے، اور مغفرت کو پہلے ذکر کیا، جنت کو بعد میں، اس سے مفسرین نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جنت میں داخلے کی اصل بنیاد ہمارے اعمال نہیں، بلکہ اللہ کا فضل اور اللہ کی بخشش و مغفرت ہے، البتہ اللہ کی عام عادت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل سے اس کو نوازتے ہیں جو اعمالِ صالحہ کرتا ہے۔

پس اعمال صالحہ کی توفیق ملتے رہنا علامت ہے کہ ان شاءاللہ، اللہ فضل فرمائیں گے، مغفرت عطا فرمائیں گے، جنت میں داخلہ عطا فرمائیں گے۔ [1]

متقین کی مزید صفات

اگلی دو آیتوں میں متقین کی مزید صفات ذکر کی ہیں:

(۱)......خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں مقدور بھر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲)...... غصے کو پی جانے والے ہیں (برداشت اور تحمل والے ہوتے ہیں ناگواریوں اور خلاف طبیعت احوال پیش آنے پر آپے سے باہر ہو کر ظلم وزیادتی، شر وفساد نہیں کرتے، نہ اپنا نہ دوسروں کا نہ دنیا کا نہ آخرت کا)

---

[1] حدیث میں ہے:

سَــدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لا يُدْخِلُ أَحَدًا الجَنَّةَ عَمَلُهُ قَالُوا :وَلاَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ :وَلا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِى اللَّهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ (بخارى، رقم الحديث ٦٤٦٧)

(۳)......لوگوں کو(جن سے ان کو تکلیف وایذاء پہنچتی ہو)معاف کرنے والے ہیں(معاف کرنے کے علاوہ ان کے ساتھ)

(۴)......احسان کا سلوک کرنے والے ہیں۔

گویا یہ متقین صرف معاف ہی نہیں کرتے بلکہ معاف کرنے کے بعد احسان بھی کرتے ہیں(کیا خوب ہے ان کا برائی کا بدلہ اچھائی اور احسان کے ساتھ دینا)

(۵)......وہ ایسے لوگ ہیں کہ کر بیٹھیں کوئی کھلا گناہ، کوئی بے حیائی [1] کا کام، یا کر گذریں اپنی جانوں پر ظلم تو فوراً ان کو اللہ کی یاد آجاتی ہے، تب معافی مانگنے لگتے ہیں، اپنے گناہوں کی۔

(۶)......جو کچھ گناہ، غلط کام کر بیٹھیں تو اس پر جانتے بوجھتے جمے اور ڈٹے نہیں رہتے۔

جنت کے بارے میں فرمایا کہ اس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے۔ یہاں عرض کو مطلقاً وسعت کے معنی میں بھی لیا گیا ہے اور چوڑائی کے معنی میں بھی، آسمان وزمین سے زیادہ کوئی وسعت عام طور پر نہیں ہوسکتی، اس لیے آسمان وزمین کے برابر اس کی پیائش بتلائی۔

چنانچہ روح المعانی میں ہے:

کناية عن غاية السعة بما هو فی تصور السامعين

تفسیر کبیر میں ہے کہ:

المقصود المبالغة فی وصف سعة الجنة وذلک لانه لا شیء عندنا اعرض منها (تفسير كبير للرازى،بحواله ماجدى ص ۶۳۳)

اور اگر آیت میں عرض سے چوڑائی مراد لیں جو کہ لفظ عرض کا لفظی معنی ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جنت کی صرف چوڑائی ہی آسمانوں زمینوں کا احاطہ کر لیتی ہے، پھر لمبائی کا کیا عالم ہوگا۔ (جاری ہے............)

---

[1] یہ مومنین کی صفات پر مشتمل دوسری آیت ہے، پہلی آیت میں چار صفات بیان ہوئیں، اس دوسری آیت میں دو صفات بیان ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت متقین کے اعلیٰ طبقے کے لوگوں کی صفات پیش کرتی ہے، اور دوسری آیت میں متقین کے دوسرے درجے کے لوگوں کی صفات ہیں، کہ یہ تقوی کے اس مقام پر تو نہیں جو اولوالعزمی، ہمت وحوصلہ اور اعلیٰ ظرفی و بلند کرداری سے عبارت ہے، لیکن خداخوفی اور آخرت کی فکر اور نجات کا اہتمام ان کو بھی اتنا ہوتا ہے کہ نفس وشیطان کی شامت سے کبھی کبھار کسی گناہ میں مبتلا ہوں تو گناہ کے بعد متنبہ ہوجاتے ہیں، نادم وپشیمان ہوجاتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع وانابت، توبہ واستغفار سے اس کی تلافی کر لیتے ہیں، گناہ پر ڈٹے نہیں رہتے، دوسرے اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ گناہ اللہ کی یاد سے غفلت کے نتیجے میں ہوتا ہے، لہذا اگناہ ہوجائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع وانابت، ذکر واستغفار وغیرہ کرے، تاکہ زہر کا تریاق ہوجائے، مرض کا علاج ہوجائے اور گناہ کا اثر زائل ہوجائے، گناہ میں دلچسپی ختم ہوجائے۔

نظارۂ وطن

ابوعشرت حسین

کٹاس راج میں ایک دن

گزشتہ سال وسط مئی (2011ء) میں مولوی عبدالواجد صاحب زید مجدہٗ کی دعوت پر (جو میرے دوست ہیں، اور جامعہ اسلامیہ، صدر میں میرے قبلہ والد صاحب مولانا عبداللطیف کے حاضر باش رفیق خدمت ہیں) میرا ان کے گاؤں دولمیال نزد چواسیدن شاہ، ڈسٹرکٹ چکوال جانا ہوا، یہاں میری دلچسپی کی خاص چیز ''کٹاس راج'' کے کھنڈرات اور قدیم آثار تھے، نیز یہیں پر چواسیدن شاہ سے تقریباً ۱۴ میل کے فاصلے پر نندنہ قلعہ کے کھنڈرات ہیں، جس کی تاریخی اہمیت ان دو باتوں سے واضح ہوتی ہے کہ ایک تو یہاں سلطان محمود غزنوی (عہدِ حکومت ۳۸۷ھ تا ۴۲۰ھ) کی راجہ انند پال سے 1024ء میں جنگ ہوئی تھی، جس میں ہندو راجہ کو شکست ہوکر یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، دوم اسی قلعہ میں ابوریحان البیرونی (متوفیٰ ۴۴۰ھ) نے بیٹھ کر آج سے ہزار سال پہلے دنیا کا قطر معلوم کیا تھا، اور اس قلعہ کو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہونے کی وجہ سے رصدگاہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

چواسیدن شاہ کا تعارف

چواسیدن شاہ بڑا آباد، بارونق اور پر فضا قصبہ ہے، ضلع چکوال کی تحصیل ہے، چکوال شہر سے بجانبِ جنوب تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر چکوال، کھیوڑہ روڈ پر واقع ہے، کھیوڑہ، چواسیدن شاہ سے مزید دس، پندرہ کلومیٹر کی مسافت پر بجانبِ جنوب واقع ہے، چواسیدن شاہ سے کلر کہار مغربی جانب 27 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے (یعنی کلر کہار سے گزرنے والی M2 موٹروے سے چواسیدن شاہ مشرقی جانب 27 کلومیٹر پر ہے) کٹاس راج، چواسیدن شاہ شہر سے 6 کلومیٹر کے فاصلے پر کلر کہار روڈ پر واقع ہے۔

وجہ تسمیہ

چواسیدن شاہ کا نام ایک صوفی بزرگ حضرت سیدن شاہ شیرازی کی نسبت سے پڑا ہے، یہ بزرگ کسی زمانے میں شیراز (ایران) سے یہاں آکر فروکش ہوئے تھے، چواسیدن شاہ کے بازار کے ساتھ ہی ان کا مزار ہے، جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔

چواسیدن شاہ کی خاص چیزیں

چواسیدن شاہ کوئلے کے کانوں کے لئے مشہور ہے، یہاں جا بجا کوئلے کی کانیں ہیں، جہاں سے معدنی کوئلہ نکلتا ہے، اور ملک بھر میں سپلائی ہوتا ہے، یہ زیادہ تر کانیں لوگوں کی نجی ملکیتوں میں ہیں، جو ان کی آمدنی کا بڑا منفعت بخش ذریعہ ہے، فی ٹرک لوڈ ہونے پر ان کو رائلٹی ملتی ہے، میرے دوست مولوی عبدالواجد صاحب کے گھرانے کی بھی اپنی کان ہے، چواسیدن شاہ میں لوکاٹ کے بکثرت باغات ہیں، یہاں بہت عمدہ معیار کا لوکاٹ پیدا ہوتا ہے، یہاں کا گلاب بھی مشہور ہے، بہت اچھا اور طبی طور پر عمدہ گلاب یہاں پیدا ہوتا ہے، یہاں کا پانی بہت میٹھا، شفاف اور عمدہ ہے، یہاں پانی کے بکثرت چشمے اور پہاڑی نالے تھے، جو اکثر حالات کی ستم ظریفی، لوگوں اور حکام کی عدم توجہی کی وجہ سے اٹ پٹ گئے، اور بند ہو گئے، چواسیدن شاہ سے چند کلومیٹر پہلے ایک چھوٹا ڈیم ہے ''ڈھوک ٹاہلیاں ڈیم'' جو آبپاشی کی ضروریات پوری کرتا ہے، کچھ سال پہلے سیلاب کے موقع پر اس کا ایک بند ٹوٹ جانے سے اب یہ سکڑ گیا، اور محدود ہو گیا، لیکن قائم ہے، چواسیدن شاہ کا یہ علاقہ کوہستانِ نمک کے پہاڑی سلسلے میں واقع ہے، یہ پہاڑیوں اور ٹیلوں سے گھرا ہوا ہے۔

کلر کہار روڈ

چواسیدن شاہ سے کلر کہار کی طرف روڈ جاتی ہے، اس پر چند کلومیٹر آگے کٹاس راج کے تاریخی مندر اور آنسو جھیل واقع ہے، اس روڈ پر ہم موٹر سائیکل پر کلر کہار تک گئے، اس روڈ پر تین کالج، سرسید کالج، مائن کالج اور کیڈٹ کالج ہیں، مائن کالج ارضیاتی سروے، کانوں کی کھدائی اور اس طرح کی ٹیکنیکل چیزوں کی تعلیم گاہ ہے، تین سیمنٹ فیکٹریاں بھی اس روڈ پر واقع ہیں، بیسٹ وے سیمنٹ، ڈی جی سیمنٹ اور پاکستان سیمنٹ، یہ تینوں فیکٹریاں پرویز مشرف کے دور میں قائم ہوئی ہیں۔

کٹاس راج

کٹاس راج میں مندروں اور ہندو عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کی پوری ایک چین ہے، ایک وسیع سلسلہ ہے، یہاں مندروں کی ایک تاریخی چین ست گڑھ کہلاتی ہے، یہاں کی آنسو جھیل ہندوؤں کے ہاں بہت مقدس چیز ہے، کہتے ہیں کہ ہندوستان بھر میں ہندو مذہب کے مطابق یہ آنسو جھیل دوسرے نمبر کی

مقدس جھیل ہے، یہ مندر اور آنسو جھیل ہندوؤں کے دیوتا شیو (مہادیو) کی طرف منسوب ہیں، مبینہ طور پر یہ جھیل ہزاروں سال پہلے شیو کے آنسوؤں سے وجود میں آئی ہے، یہ جھیل اصل میں پانی کا چشمہ ہے، جھیل کی گہرائیوں میں پانی کا سر چشمہ ہے، جہاں سے پانی پھوٹتا ہے، قدیم زمانے سے یہاں سے پانی جاری ہے، جو علاقے بھر کو سپلائی بھی ہوتا رہا ہے، قیامِ پاکستان کے بعد ہندوؤں کے یہاں سے چلے جانے سے کٹاس راج کی رونقیں ماند پڑ گئیں، اور یہ آثارِ قدیمہ کی حیثیت اختیار کر گیا، جس کے مندر و ٹمپل آنسو جھیل کے کنارے کھڑے، بیٹھے، لیٹے ماضی مرحوم کا مرثیہ سنا رہے ہیں، یہاں ایک مندر شیو دیوتا کے لنگ (عضو تناسل) کا بھی ہے، اور غالباً آنسو جھیل کے بعد یہی مندر یہاں سب سے اہم ہے، ہندو اب بھی ہر سال یہاں میلے پر آتے ہیں، اور شیو جی کی لنگ کی پوجا کرتے ہیں، اس پر ناریل توڑتے ہیں، تیل ڈالتے ہیں، شیو کے اس سنگی و حجری لنگ کو پھولوں کے ہار پہناتے ہیں۔

عقل بسوخت زحیرت......

جن لوگوں کو ہندو مذہب کا کچھ مطالعہ ہے، وہ جانتے ہوں گے کہ لنگ (عضو مخصوص) بھی اس مذہب کے معبودانِ باطلہ میں سے ہے، بلکہ اہم معبود ہے، مندروں میں جس کی شبیہیں قائم اور آویزاں رہتی ہیں، اور مخصوص طریقے پر اس کی عبادت اور پوجا پاٹ کی جاتی ہے، تعجب ہے کہ روشنی اور عقل پرستی کے اس دور میں کروڑوں انسان باوجود جدید تعلیم سے آراستہ ہونے اور سائنس و ٹیکنالوجی پر ایمان لانے کے ایسی واہیات اور خرافات باتوں کو بھی مانتے اور جزوِ مذہب گردانتے ہیں، ایسی چیزیں دیکھ دیکھ کر تو ہمیں دینِ اسلام کی قدر آتی ہے، توحید اور رسالت کی صاف ستھری، نکھری اور موافقِ فطرت تعلیمات کی عظمت سمجھ آتی ہے، دینِ حق سے محروم لوگ کیسی کیسی خرافات کو دین و مذہب کے نام پر مانتے ہیں۔

شیو لنگ کے اس مندر کو تالا تھا، ہم نے محافظ سے کہلوا کر تالا کھلوایا، کہ ہندو مذہب کے اس جزوِ اعظم (یعنی لنگ پرستی) کا بھی آج کچھ نمونہ دیکھ لیا جائے، اس مندر میں داخل ہوئے، تو یہاں بدبو کے ایسے بھبکے اٹھ رہے تھے کہ دماغ سڑنے لگا، جو ناریل یہاں توڑے جاتے ہیں، تیل ڈالا جاتا ہے، اس کی سرانڈ اور بدبو، اور پھر معنوی طور پر ایک فحش تصور اور اس تصور کی عملی تصویر و شبیہ کی کراہیت و ناگواری اور وحشت کی وجہ سے ہم فوراً یہاں سے نکل آئے، لیکن ہندو لوگ تقدس و عقیدت کی مالا جپتے ہوئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اور قانونی جکڑ بندیوں سے گزرتے ہوئے سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے یہاں آتے ہیں، اور لنگ پرستی

کر کے اپنے تئیں اپنی عاقبت سنوارتے ہیں۔ ؏ عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ہم جب یہاں آئے تھے، تو وسیع پیمانے پر کٹاس راج کے مختلف حصوں اور مندروں میں تجدید واصلاح اور مرمت کا کام چل رہا تھا، اور نقل مطابق اصل کے تحت مندروں کو اپنے پرانے قالب میں دوبارہ ڈھالا اور لیپا پوتا جارہا تھا، بتایا گیا کہ پچھلے پرویزی دور میں جب بھارتی وزیر اعظم واجپائی ایک موقع پر پاکستان آئے تھے، تو یہاں بھی آئے، اور اس مقام کی تعمیرِ نو وتزئین میں گہری دلچسپی ظاہر کی، چنانچہ اس وقت کی پنجاب حکومت نے ایک ماسٹر پلان کے تحت اس کی تعمیرِ نو کا منصوبہ تیار کیا، جس کے لئے کروڑوں روپے مختص کئے گئے، اس طرح شاید یہ سیاحت کے اعتبار سے ایک منفعت بخش جگہ بن جائے گی۔

اب کوئی سوا سال بعد مولوی عبدالواجد صاحب سے یہ مضمون لکھتے وقت میں نے معلوم کیا کہ کٹاس راج کی تزئین ومرمت کا کام کہاں تک پہنچا ہے، تو وہ بتا رہے تھے کہ تکمیلی مراحل میں ہے، اور آنسو جھیل کی صفائی کا کام بھی بڑے وسیع پیمانے پر اور گہری بنیادوں پر ہو رہا ہے۔

کٹاس راج کی سیاحت سے فارغ ہو کر ہم نے اسی روڈ پر کچھ آگے بالکل لب سڑک ایک زیرِ تعمیر مسجد میں جمعہ پڑھا، جمعہ کے بعد یہیں لبِ سڑک ایک اچھے معیاری ہوٹل میں مولوی عبدالواجد صاحب زید مجدہٗ نے پرتکلف کھانا کھلایا، کھانے سے فارغ ہو کر موٹر سائیکل پر ہم کلر کہار کے لئے روانہ ہو گئے (جو یہاں سے 20 کلو میٹر کے قریب ہوگا) کلر کہار میں جھیل پر گئے، کشتی رانی کی ''عیاشی'' کی، پھر تختِ بابری پر گئے (جہاں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر (وفات ۹۴۳ھ بمطابق ۱۵۳۰ء) نے اپنے لشکر سے خطاب کیا تھا) یہ تخت ایک چٹان کو تراش کر، اوپر سے ہموار اور مسطح کر کے بابر کی فوج نے اس کے لئے اس وقت بنایا تھا، جب وہ ہندوستان پر چڑھائی کے لئے جاتے ہوئے یہاں سے گزرا تھا، آج تک یہ چٹان قائم دائم ہے، اور کلر کہار کے تاریخی آثار میں سے سب سے اہم چیز شمار ہوتی ہے، تخت پر یعنی چٹان پر چڑھنے کے لئے چٹان میں سیڑھیاں کھدی ہوئی ہیں۔ [1]

کلر کہار پر ایک نظر

کلر کہار بھی ضلع چکوال میں آتا ہے، اور مشہور قدیم تاریخی قصبہ ہے، چکوال سے اس کا فاصلہ 30 کلو میٹر

---

[1] بابر نے یہاں ایک باغ بھی بنوایا تھا، جس کا نام ''باغِ صفا'' رکھا تھا، یہ تختِ بابری اصل میں اس باغ کے وسط میں تھا، اب یہاں پولیس ریسٹ ہاؤس قائم ہے، یہ جگہ بہت ہی پرفضا، سرسبز وشاداب ہے، جو پہاڑی کے دامن میں، دامنِ کوہ میں واقع ہے، یہاں ٹھنڈے، میٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ بھی جاری ہے۔ حسین۔

کے لگ بھگ ہے، تختِ بابری پہاڑی کے دامن میں ہے، اسی پہاڑی کی چوٹی پر ایک بزرگ کا مزار ہے، بہت عمدہ، پختہ، پرشکوہ، گنبد دار مزار بنا ہوا ہے، مزار کے آگے بڑا احاطہ ہے، زائرین کا یہاں ہجوم رہتا ہے، اس مزار کے احاطے میں مور بہت ہیں، جو عصر کے بعد یہاں احاطے میں ہر طرف شاداں ورقصاں، ٹہلتے، گشت کرتے پھرتے ہیں، آنے جانے والوں سے انہیں وحشت واجنبیت نہیں رہی، انہی موروں کی مناسبت سے شاید دیسی زبان میں اس مزار کو ''موروں والی سرکار'' کہتے ہیں۔

قبر کے سرہانے شیشے کے بکس میں بہت بڑا پگڑی نما ٹوپ (کلاہ) رکھا ہے، قبر کے ساتھ کتبہ پر ان بزرگوں کی تاریخ وتعارف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کی رو سے ان کا زمانہ پانچویں یا چھٹی صدی ہجری بنتا ہے (اب پندرہویں صدی ہجری چل رہی ہے) واللہ اعلم بالصواب۔

چیئر لفٹ

مزار کے باہر اسی پہاڑی پر اچھا خاصا بازار بن گیا ہے، جہاں مختلف چیزوں کے گفٹ سنٹر ہیں، یہاں آنے والے ان دوکانوں کی رونق بڑھاتے ہیں، دوکانوں کے عقب میں پہاڑی کے کنارے چیئر لفٹ لگی ہوئی ہے، جو سامنے دوسری پہاڑی تک جاتی ہے، دونوں پہاڑیوں کے درمیان بہت گہری کھائی (یا پہاڑی درہ) ہے، چیئر لفٹ کی تفریح بھی ہم نے کی، اس وقت غالباً ستر روپے ٹکٹ تھا، مزے کی بات یہ ہے کہ سامنے والی پہاڑی پر جہاں چیئر لفٹ کا ہیلی پیڈ ہے، اس کے قریب بھی پہاڑی چوٹی پر ایک مزار ہے، لوگ ادھر کے مزار سے فارغ ہو کر لفٹ کے ذریعے پار جاتے ہیں، تو دوسرا مزار ''چشم براہ'' ہوتا ہے، جو بزبانِ حال آنے والوں کو ''چشم ماروشن، دل ماشاد'' کہتا ہے، یہاں بھی عقیدت مند سلامِ عقیدت پڑھتے ہیں، بعض بعض تو جبینِ عقیدت ٹیکنے سے بھی نہیں چوکتے، یہاں پر رنگ برنگے مجاوروں کا بھی ہجوم تھا، علامہ اقبال کا یہ شعر معلوم نہیں کیوں میرے دل ودماغ میں گونج رہا تھا؟

کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے ہوئے نکونام جو قبروں کی تجارت کر کے

ہم نے قبروں پر مسنون دعا پڑھی، اور ایصالِ ثواب کیا۔

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (سورۃ الحشر، آیت ۱۰)

یعنی ''کہ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے

ہیں، گناہ معاف فرما، اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے“

مزار کے باہر پہاڑ کے پہلو میں کلر کہار سے گزر کر آنے والی مرکزی شاہراہ گزرتی ہے، جو آگے خوشاب کو جاتی ہے، آگے سارا پہاڑی ایریا ہے، اس لحاظ سے آگے یہ روڈ ”دشوار گزار“ ہے، ہم واپس نیچے آئے، موٹروے کے قریب مضافاتی آبادی کی ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھی، نماز کے بعد کچھ ریفریشمنٹ کی، پھر مولوی عبدالواجد صاحب نے موٹروے انٹرچینج پر مجھے راولپنڈی کی ہائی ایس میں بٹھایا، جو خوشاب سے آ کر راولپنڈی جارہی تھی، اور خود موٹر سائیکل پر واپس گھر کی راہ لی۔

مغرب کے آدھ پون گھنٹہ بعد میں بحمد اللہ بعافیت راولپنڈی پیرودھائی موڑ پر اترا، وہاں سٹاپ پر مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی، اور عشاء کے وقت ادارہ پہنچا (نندنہ قلعہ کی داستان ان شاءاللہ پھر کبھی سنائیں گے) ؏

آوارگی میں ہم نے زمانے کی سیر کی

باقی رہے نام اللہ کا　　　اور ذکرِ خیر اللہ والوں کا

مقالات ومضامین مولانا محمد ناصر

ہر ملاقات کے وقت سلام کی تاکید

احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو عام کرنے کی اتنی تاکید فرمائی ہے کہ ہر ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم فرمایا ہے، یہاں تک کہ اگر مختصر جدائی اور علیحدگی کے بعد دوبارہ ملاقات ہو جائے، تو دوبارہ سلام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ أَيْضًا (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۲۰۰، كتاب الادب، باب فى الرجل يفارق الرجل ثم يلقاه أيسلم عليه؛ شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ۵۱۵۴)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے (مسلمان) بھائی سے ملاقات کرے، تو اُسے چاہیے کہ اُسے سلام کرے، پھر اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، یا دیوار یا پتھر آ جائے، اور پھر ملاقات ہو، تو اُسے دوبارہ سلام کرنا چاہیے (ابوداؤد) ؎۱

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا اصْطَحَبَ رَجُلَانِ مُسْلِمَانِ فَحَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرٌ وَحَجَرٌ وَمَدَرٌ فَلْيُسَلِّمْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخِرِ، وَيَتَبَادَلَانِ السَّلَامَ (شعب الايمان، رقم الحديث ۸۴۷۱) ؎۲

ترجمہ: جب کوئی دو مسلمان آپس میں ساتھ ہوں، اور ان دونوں کے درمیان کوئی درخت،

؎۱ (وعن أبى هريرة -رضى الله عنه -عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :إذا لقى أحدكم أخاه) أى: المسلم (فليسلم عليه، فإن حالت بينهما شجرة، أو جدار، أو حجر) ، أى كبير (ثم لقيه، فليسلم عليه) أى: مرة أخرى تجديدا للعهد وتأكيدا للود .قال الطيبى :فيه حث على إفشاء السلام، وأن يكرر عند كل تغير حال ولكل جاء وغاد (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

؎۲ إذا اصطحب رجلان مسلمان فحال بينهما شجر أو حجر أو مدر فليسلم أحدهما على الآخر ويتبادلان السلام (خرجه الالبانى فى السلسلة الصحيحة مختصرة)

اور پتھر اور مٹی کے ڈھیر کی رُکاوٹ آجائے، تو اُن میں سے ایک کو چاہیے کہ دوسرے کو سلام کرے، اور وہ دونوں ایک دوسرے پر سلام کا تبادلہ کریں (بیہقی)

ملاقات کے وقت سلام کرنے کی ایک روایت حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [۱]

مذکورہ احادیث میں جو دومَردوں کی آپس کی ملاقات پر سلام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان عورتوں کو آپس میں ملاقات کے وقت سلام کرنے کی تاکید نہیں، بلکہ مسلمان عورتوں کے لیے بھی اسی طرح باہمی ملاقات کے وقت سلام کرنے کی تاکید ہے؛ اسی طرح اپنی محرم خواتین کے ساتھ سلام کرنے میں بھی یہی تاکید ہے۔

اور درخت یا پتھر وغیرہ کے حائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب دو مسلمانوں کے درمیان کوئی بھی ایسی چیز آجائے جس سے وہ دونوں ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہوجائیں، تو جب دوبارہ ملیں تو پہلے ایک دوسرے کو سلام کریں، خواہ یہ اوجھل ہونا مختصر سے وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

اور سلام کے تبادلے کا مطلب ہے کہ دونوں مسلمان ایک دوسرے کو سلام کریں، پھر پہلے سلام کرنے والے کے لیے زیادہ اجروثواب ہے، اور جس کو سلام کیا گیا ہے، اس پر سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اور اس کے لیے بھی اجروثواب ہے۔ [۲]

مذکورہ احادیث میں سلام کرنے کی اتنی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کو ہر ملاقات کے وقت سلام کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، نیز سلام کرنا عبادت ہے، اس لیے جس

---

[۱] عن سمرة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرنا أن يحب بعضنا بعضا، وأن يسلم بعضنا على بعض إذا التقينا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٧٠١٧)

[۲] عورتوں کے لیے بھی باہم سلام کا طریقہ وہی ہے، جو مَردوں کے لیے ہے (امدادالاحکام، جلد۴، صفحہ۴۶۷)

(إذا اصطحب) أي تلازم وكل شيء لازم شيئا فقد اصطحب (رجلان مسلمان) ذكر الرجل غالبي فالانثيان والرجل مع محرمه أو حليلته كذلك (فحال) أي حجز (بينهما شجر) هو ما له ساق صلب يقوم به والمراد هنا ما يمنع الرؤية (أو حجر) بالتحريك أي صخرة (أو مدر) جمع مدرة كقصبة تراب ملبد أو قطع طين يابسة أو نحو ذلك (فليسلم أحدهما على الآخر) لأنهما يعدان عرفا متفرقين (ويتباذلوا) بذال معجمة من البذل أي والعطاء أي يعطي كل منهما لصاحبه والقياس يتباذلا ولعله إشارة إلى أن الاثنين مثال وأن الجماعة كذلك (السلام) ندبا للمبتدء ووجوبا للراد ومثل الاثنين فيما ذكر الجمع وفيه أن السلام يتكرر طلبه بتكرر التلاقي ولو على قرب جدا ويندب إذا التقى اثنان أن يحرص كل منهما على أن يكون البادء بالسلام وأن يسلم الراكب على الماشي والماشي على الواقف والصغير على الكبير والقليل على الكثير وإن عكس فخلاف السنة لا مكروه (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٤٥٦)

کثرت کے ساتھ سلام کیا جاتا ہے، اُتنا ہی زیادہ اَجروثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ [1]
احادیث میں بیان کی گئی ہر ملاقات کے وقت سلام کرنے کی تاکید کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُـنَّـا إِذَا كُـنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتُفَرِّقُ بَيْنَنَا الشَّجَرَةُ، فَإِذَا الْتَقَيْنَا يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ (المعجم الاوسط، رقم الحديث ۷۹۸۷) [2]

ترجمہ: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے، اور درخت ہمارے درمیان (حائل

---

[1] عن نافع، عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أفشوا السلام، فإنه لله رضى (المعجم الاوسط، حديث نمبر ۲۶۱۱)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه سالم بن عبد الأعلى أبو الفيض وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۷۲۹، باب ما جاء في السلام وإفشائه)

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر ہر ملاقات کے وقت سلام کرنے کا حکم نہ ہوتا، تو ہر ملاقات کے وقت سلام کرنا بدعت ہوتا، لیکن احادیث میں کثرت سے سلام کرنے کی اس تاکید اور ترغیب سے معلوم ہوگیا کہ ہر ملاقات کے وقت سلام کرنا بدعت نہیں، بلکہ عبادت ہے۔

(أفشوا السلام فإنه) أي إفشاؤه المفهوم من أفشوا (لله تعالى رضى) أي هو مما يرضى الله به عن العبد بمعنى أنه يقبله ويثيبه عليه قال القيصري ومعنى سلام عليكم سلمت مني أن أضرك أو آذيك بظاهري وباطني والإفشاء الإظهار قال ابن العربي من فوائد إفشاء السلام حصول الألفة فتتآلف الكلمة وتعم المصلحة وتقع المعاونة على إقامة شرائع الدين وإخزاء الكافرين وهي كلمة إذا سمعت أخلصت القلب الواعي لها غير الحقود إلى الإقبال على قائلها (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۱۲۲۹)

الإنسان إذا سلم على أخيه ثم خرج ورجع عن قرب أو عن بعد من باب أولى فإنه يعيد السلام مثلا إنسان عنده ضيوف في البيت فدخل إلى البيت يأتي لهم بماء أو طعام أو نحو ذلك فإنه إذا رجع يسلم وهذه من نعمة الله أنه يسن السلام وتكراره كلما غاب الإنسان عن أخيه سواء غيبة طويلة أو قصيرة فإن الله شرع لنا أن يسلم بعضنا على بعض لأن السلام عبادة وأجر كلما ازددنا منه ازددنا عبادة لله وازداد أجرنا وثوابنا عند الله ولولا أن الله شرع هذا لكان تكرار السلام على هذا الوجه من البدعة لكن من نعمة الله أنك إذا غبت عن أخيك ورجعت ولو عن قرب فإنك تسلم عليه حال بينكما شجرة أو حجر كبير بحيث تغيب عنه فإذا لقيته فسلم عليه (شرح رياض الصالحين)

[2] قال الحافظ ابن حجر العسقلاني:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ (التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير)

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط وإسناده حسن (مجمع الزوائد)

ہونے کی وجہ سے) جدائی کرا دیتا، پھر جب ہم اکٹھے ہوتے، تو ہمارے بعض بعضوں کو سلام کرتے (طبرانی)

اور ایک دوسری روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَاشَوْنَ، فَإِذَا لَقِيَتْهُمْ شَجَرَةٌ أَوْ أَكَمَةٌ تَفَرَّقُوْا يَمِيْنًا أَوْ شِمَالًا، فَإِذَا الْتَقَوْا مُرُوْرًا بِهَا سَلَّمَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(شرح مشكل الآثار، جزء۱۳، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ " :مَنْ سَلَّمَ عَلَى أَخِيهِ، ثُمَّ لَقِيَهُ بَعْدَ ذَلِكَ، وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ حَائِطٌ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان، حديث نمبر ۸۴۷۲؛ الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۱۰۵۱؛ عمل الیوم واللیلة لابن السنی، حدیث نمبر ۲۴۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ چلتے ہوئے جب کسی درخت، یا ٹیلہ (کے حائل ہونے) کی وجہ سے دائیں بائیں ہو کر جدا ہو جاتے، تو پھر جب چلتے ہوئے اکٹھے ہوتے، تو اُن میں سے بعض بعض کو سلام کرتے تھے (شرح مشکل الآثار) [1]

اور حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ:

---

[1] قال الالبانی:

(صحيح) وعن أنس بن مالک أن أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم كانوا يكونون فتستقبلهم الشجرة فتنطلق طائفة منهم عن يمينها وطائفة عن شمالها فإذا التقوا ؛ سلم بعضهم على بعض (السلسلة الصحيحة مختصرة، تحت حديث ۱۸۶)

وقال الالبانی فی کتابه الآخر:

و قد ثبت أن الصحابة كانوا يفعلون بمقتضى هذا الحديث الصحيح .فروى البخاری فی " الأدب "عن الضحاک بن نبراس أبی الحسن عن ثابت عن أنس بن مالک ".إن أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم كانوا يكونون ، فتستقبلهم الشجرة ، فتنطلق طائفة منهم عن يمينها و طائفة عن شمالها ، فإذا التقوا سلم بعضهم على بعض . " قلت :و الضحاک هذا لين الحديث ، لكن عزاه المنذری و الهيثمی للطبرانی فی الأوسط و قالا " :و إسناده حسن . "فلا أدری أهو من طريق أخرى ، أم من هذه الطريق ؟ ثم إنه بلفظ ":كنا إذا كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فتفرق بيننا شجرة ، فإذا التقينا يسلم بعضنا على بعض . "ثم رأيته فی "عمل اليوم و الليلة "لابن السنی رقم من طريق أخرى عن حماد بن سلمة حدثنا ثابت و حميد عن أنس به .و هذا سند صحيح (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت رقم الرواية ۱۸۶)

أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهُ إِلَى السُّوْقِ قَالَ فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمْرُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلىٰ سَقَاطٍ، وَلاَ صَاحِبِ بِيْعَةٍ ، وَلاَ مِسْكِيْنٍ، وَلاَ أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ. قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْماً فَاسْتَتْبَعَنِيْ إِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهُ : وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ، وَأَنْتَ لاَ تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلاَ تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلاَ تَسُوْمُ بِهَا، وَلاَ تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ قَالَ، وَأَقُوْلُ : اِجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ قَالَ، فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : يَا أَبَا بَطْنٍ - وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ - إِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ أَجْلِ السَّلاَمِ. نُسَلِّمُ عَلىٰ مَنْ لَقِيَنَا

(موطاء مالک، رقم الحدیث ۳۵۳۳، واللفظ لہٗ؛ شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۱۱)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تھا، اور صبح کے وقت اُن کے ساتھ بازار جاتا تھا، پھر جب ہم بازار پہنچتے تو حضرت عبداللہ بن عمر جس چھوٹی دوکان والے اور جس کاریگر اور جس مسکین (وغریب) اور جس کسی کے پاس سے بھی گزرتے، اُس کو سلام کرتے۔

حضرت طفیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا تو (معمول کے مطابق) وہ مجھے بازار لے کر چلنے لگے، میں نے عرض کیا کہ آپ کو بازار میں کیا کام ہے؟ آپ نہ ہی کسی دوکان پر کھڑے ہوتے ہیں، اور نہ کسی سودے کی قیمت پوچھتے ہیں، اور نہ ہی بھاؤ تاؤ کرتے ہیں، اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ یہیں ہمارے ساتھ بیٹھا کیجیے (اور) ہمارے ساتھ باتیں کیا کیجئے۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے (بڑے) پیٹ والے (حضرت طفیل کا پیٹ کچھ بھاری تھا) ہم تو صرف سلام کرنے کی وجہ سے جاتے ہیں، جو بھی ہم سے ملتا ہے ہم اُسے سلام کرتے ہیں (موطاء)

مسلمان کو سلام کرنا عبادت ہے، اور جتنے زیادہ افراد کو سلام کیا جائے گا، اُتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار میں اس لیے تشریف لے جاتے تھے، تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو

سلام کر سکیں۔ [1]

لیکن دوسرے مسلمان کو سلام کرتے ہوئے اخلاقی اعتبار سے اس کا لحاظ بھی کرنا چاہئے کہ سلام کرنے کی وجہ سے دوسرے مسلمان کے آرام، راحت اور مصروفیت میں خلل نہ آئے، نیز اس کا بھی لحاظ کرنا چاہئے کہ سلام کرنے کے نتیجے میں دوسرا جواب بھی دے سکے، اگر بار بار سلام کرنے کی صورت میں دوسرے

---

[1] (وعن الطفيل) : بالتصغير (ابن أبى بن كعب) : قال المؤلف :أنصارى تابعى عزيز الحديث حديثه فى الحجازيين، روى عن أبيه وغيره، وعنه أبو الطفيل (أنه) أى :الطفيل (كان يأتى ابن عمر فيغدو معه) : يحتمل احتمالين فى المرجعين، والمعنى :فيذهبان فى الغدوة (إلى السوق .قال) أى :الطفيل (فإذا غدونا إلى السوق، لم يمر) . بفتح الراء المشددة ويجوز ضمها وكسرها أى :لم يأت (عبد الله بن عمر على سقاط) : بتشديد القاف مع فتح أوله، وهو الذى يبيع السقط، وهو الردىء من المتاع (ولا على صاحب بيعة) ، بفتح موحدة ويكسر، فالأول للمرة، والثانى للنوع والهيئة .قال الطيبى :يروى بفتح الباء وهى الصفقة وبكسرها الحالة كالركبة والقعدة (ولا مسكين) ، أى :ولا على مسكين (ولا على أحد) : فيه تعميم بعد تخصيص (إلا سلم عليه) : الظاهر أن المسلم هو ابن عمر ويحتمل العكس (قال الطفيل :فجئت عبد الله بن عمر يوما، فاستتبعنى) أى :طلبنى أن أتبعه فى ذهابه إلى السوق (فقلت له :وما تصنع فى السوق) : ما استفهامية (وأنت لا تقف على البيع) : الجملة حال وكذا قوله :(ولا تسأل عن السلع) أى :عن مكانها وهو بكسر ففتح جمع سلعة .(ولا تسوم بها) ، أى :لا تسأل عن ثمنها وقيمتها (ولا تجلس فى مجالس السوق؟) أى :للتنزه والتفرج على الصادر والوارد، والمذكورات غالب المقاصد (فاجلس بنا ها هنا نتحدث) . بالرفع أى :نحن نستمع الحديث منك أو يتحدث بعضنا بعضا فيما يتعلق من أمور الدين أو من مهمات الدنيا، وفى نسخة بالجزم على جواب الأمر (قال :فقال لى عبد الله بن عمر :يا أبا بطن - !قال) أى :الراوى عن الطفيل أو هو بنفسه (وكان الطفيل ذا بطن -) أى :بطن كبير ولذا لقبه بذلك، لا لأنه صاحب أكل كثير كما يتوهم (إنما نغدو) أى :إلى السوق (من أجل السلام) ، أى :تحصيله (نسلم) : استئناف مبين (على من لقينا) ، بكسر القاف وسكون الياء ويؤيده نسخة لقيناه بالضمير وفى نسخة بفتح الياء ، واللقى يحصل من الجانبين، والظاهر أن المراد بالسلام أعم من ابتدائه وجوابه :فإن فى كل منهما فضيلة كاملة، وقد قدمنا بعض ما يتعلق بهذا الحديث فى أوائل الباب (رواه مالك، والبيهقى فى شعب الإيمان) (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

ولأن الإنسان إذا سلم على أخيه فقال السلام عليكم أو السلام عليك إذا كان واحدا فإنه يكتب له بذلك عشر حسنات فإذا سلم على عشرة أشخاص كتب له بذلك مائة حسنة وهذا خير من البيع والشراء فكان عبد الله بن عمر يدخل السوق من أجل المسلم عليهم لأنه فى بيته لا يأتيه أحد وإذا أتاه أتاه أقل بكثير ممن يوجد فى السوق لكن من فى السوق يمر عليهم ويسلم عليهم وفى هذا دليل على أنه لا ينبغى للإنسان أن يمل من كثرة السلام لو قابلت مائة شخص فيما بينك وبين المسجد مثلا فسلم إذا سلمت على مائة شخص تحصل على ألف حسنة هذه نعمة كبيرة وفى هذا أيضا دليل على حرص السلف الصالح على كسب الحسنات ولأنهم لا يفرطون فيها بخلاف وقتنا الحاضر تجد الإنسان يفرط فى حسنات كثيرة (شرح رياض الصالحين، صفحه ۹۶۲)

مسلمان کو تنگی اور حرج پیش آئے، مثلاً وہ مشغول ہو، یا مطالعہ کر رہا ہو، یا کوئی اور ایسا کام کر رہا ہو، جس کی وجہ سے سلام کا جواب نہ دے سکے، تو ایسی صورت میں بار بار سلام کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ اُس کا ذہن تشویش میں مبتلا نہ ہو، اور اس پر سلام کا جواب دینے کا بوجھ نہ رہے۔

چنانچہ بعض علماء کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بازار میں جب کسی کو سلام کرتے تھے، تو سلامُ اللہ علیکم کہتے تھے، جب اُن سے پوچھا گیا کہ کیا سلامُ اللہ علیکم کے الفاظ سے سلام کرنا درست ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ السلام علیکم جیسے مسنون الفاظ سے سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا فرض ہے، اگر کوئی جواب نہیں دے گا تو گناہ گار ہوگا؛ جبکہ سلامُ اللہ علیکم کہنا سلام کرنا نہیں، بلکہ ایک دعا ہے، اگر کوئی سلامُ اللہ علیکم کا جواب نہیں دے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا، اس لیے ہم سلامُ اللہ علیکم کہتے ہیں، تاکہ اگر کوئی جواب نہ دے، تو وہ گناہ گار نہ ہو۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن الفاظ کے ساتھ سلام کرنا شرعاً ثابت ہے، اُن کا جواب دینا بھی ضروری ہے، اور جن الفاظ کے ساتھ سلام کرنا شرعاً ثابت نہیں، اُن سلاموں کا جواب دینا بھی ضروری نہیں۔ [2]

---

[1] قُلْت :وَفِي التَّتَارْخَانِيَّة عَنْ الْفَقِيهِ أَبِي جَعْفَرٍ :أَنَّ بَعْضَ أَصْحَابِ أَبِي يُوسُفَ كَانَ إذَا مَرَّ بِالسُّوقِ يَقُولُ : سَلَامُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ فَقِيلَ لَهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ :التَّسْلِيمُ تَحِيَّةٌ وَإِجَابَتُهَا فَرْضٌ، فَإِذَا لَمْ يُجِيبُونِي وَجَبَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، فَأَمَّا سَلَامُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ فَدُعَاءٌ فَلَا يَلْزَمُهُمْ، وَلَا يَلْزَمُنِي شَيْءٌ فَأَخْتَارُهُ لِهَذَا اهـ .قُلْت :فَهَذَا مَعَ مَا مَرَّ يُفِيدُ اخْتِصَاصَ وُجُوبِ الرَّدِّ بِمَا إذَا ابْتَدَأَ بِلَفْظِ السَّلَامِ عَلَيْكُمْ أَوْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَقَدَّمْنَا أَنَّ لِلْمُجِيبِ أَنْ يَقُولَ فِي الصُّورَتَيْنِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ، أَوْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، وَمُفَادُهُ أَنَّ مَا صَلُحَ لِلِابْتِدَاءِ صَلُحَ لِلْجَوَابِ وَلَكِنْ عَلِمْت مَا هُوَ الْأَفْضَلُ فِيهِمَا (ردالمحتار، جزء ٦، صفحه ٤١٦، فصل فى البيع)

[2] مذکورہ احادیث کی رو سے فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی ایک مرتبہ ملاقات ہونے کے بعد اُسی مجلس میں متعدد بار سلام کرے، تو کیونکہ مذکورہ احادیث میں ہر ملاقات کے وقت سلام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اور یہاں ایک ہی ملاقات اور ایک ہی مجلس ہے، اس لئے ایک ہی مجلس میں متعدد مرتبہ سلام کرنا سنت نہیں، اور نہ ہی اس طرح سے کیے گئے ہر مرتبہ کے سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔

(و) أن (يتكرر بتكرر التلاقى) لخبر الصحيحين فى خبر المسىء صلاته أنه جاء فصلى ثم جاء إلى النبى - صلى الله عليه وسلم -فسلم عليه فرد عليه السلام فقال :ارجع فصل فإنك لم تصل فرجع فصلى ثم جاء فسلم عليه حتى فعل ذلك ثلاث مرات وروى أبو داود خبرا إذا لقى أحدكم أخاه فليسلم عليه، فإن حالت بينهما شجرة أو جدار أو حجر ثم لقيه فليسلم عليه وخرج بتكرر التلاقى ما إذا لم يتكرر بأن اتحد مجلس سلام بأن سلم فيه على رجل فرد عليه ثم أراد أن يسلم عليه فيه ثانيا فلا يستحب كما صرح به الرويانى (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب لزكريا الأنصارى شافعى، ج۴، ص ۱۸۶، كتاب السير، فرع السلام للنساء)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۵)

شراب پینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَـهُ صَلَاةٌ أَرْبَـعِيْنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً أَرْبَعِيْنَ صَبَـاحًـا، فَـإِنْ تَـابَ تَـابَ الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ، فَـإِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً أَرْبَعِيْنَ صَبَـاحًـا، فَـإِنْ تَـابَ تَـابَ الـلّٰـهُ عَـلَيْـهِ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَـهُ صَلَاةً أَرْبَـعِيْـنَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ قِيْلَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَمَا نَهْرُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: نَهْرٌ مِّنْ صَدِيْدِ أَهْلِ النَّارِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۸۶۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شراب پی، تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی، پس اگر وہ توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں، پھر اگر وہ دوبارہ شراب پئے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتے، پس اگر وہ توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں، اگر وہ پھر شراب پئے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتے، پس اگر وہ توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں، پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ شراب پئے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتے، پھر اگر وہ توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرماتے، اور اس کو ''نہرِ خبال'' سے پلائیں گے، عرض کیا گیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! ''نہرِ خبال'' کون سی ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نہر اہلِ جہنم کی پیپ ہے (ترمذی)

اس قسم کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَسَكِرَ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا، وَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَلَمْ يَنْتَشِ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ مَا دَامَ فِيْ جَوْفِهِ أَوْ عُرُوْقِهِ مِنْهَا شَيْءٌ، وَإِنْ مَاتَ مَاتَ كَافِرًا، وَإِنِ انْتَشٰى لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، وَإِنْ مَاتَ فِيْهَا مَاتَ كَافِرًا (سنن نسائی، رقم الحديث ۵٦٦۸)

ترجمہ: جس نے شراب پی، پھر اسے نشہ نہیں ہوا، تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی، جب تک اس کے پیٹ یا اس کی رگوں میں شراب کا کچھ حصہ ہو، اور اگر وہ اسی حال میں مرجائے، تو کافر ہو کر مرے گا، اور اگر اس کو نشہ ہوگیا، تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کی جائے گی، اور اگر وہ اس نشہ میں مرگیا، تو کافر ہو کر مرے گا (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شراب پیے اور اُس سے اُس کو پوری طرح نشہ نہ ہو، جیسا کہ شراب نوشی کے پُرانے عادی لوگوں کی حالت ہوتی ہے، تب بھی جب تک شراب پیٹ میں ہو، یا اُس کا کوئی جزء انسان کے رگ وریشے میں ہو، تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

اور اگر نشہ بھی ہوجائے تو پھر چالیس دن تک نماز قبول نہیں کی جاتی۔

اگرچہ مذکورہ صورتوں میں نماز کا فریضہ ذمہ سے ادا ہوجاتا ہے، بشرطیکہ نماز کی شرائط وفرائض وغیرہ ادا کرلیے جائیں۔ اور کافر ہو کر مَرنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کے کفر پر مَرنے کا خوف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ، فَشَرِبَ، فَسَكِرَ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَإِنْ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ، فَشَرِبَ، فَسَكِرَ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ، أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ رَدَغَةِ الْخَبَالِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا رَدَغَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۳۷۷)

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ، لَمْ يَرْضَ اللهُ عَنْهُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَإِنْ مَاتَ، مَاتَ كَافِرًا، وَإِنْ تَابَ، تَابَ اللهُ عَلَيْهِ، وَإِنْ عَادَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ "قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ " :صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۷٦۰۳)

[1] (عن عبد الله بن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يشرب الخمر) أى ولم يتب منها (لم يقبل الله له صلاة) بالتنوين وقوله (أربعين صباحا) ظرف وفى نسخة بالإضافة أى لم يجد لذة المناجاة التى هى مخ العبادات ولا الحضور الذى هو روحها فلم يقع عند الله بمكان وإن سقط مطالبة فرض الوقت وخص الصلاة بالذكر ;لأنها سبب حرمتها أو لأنها أم الخبائث على ما رواه الدارقطنى عن ابن عمر مرفوعا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے شراب نوشی کے گناہ کی سنگینی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (جاری ہے......)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كما أن الصلاة أم العبادات كما قال تعالى (إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر)وقال صلى الله عليه وسلم :من شرب خمرا خرج نور الإيمان من جوفه .رواه الطبراني في الأوسط عن أبي هريرة وقال الأشرف :إنما خص الصلاة بالذكر ;لأنها أفضل عبادات البدن، فإذا لم يقبل منها فلأن لا يقبل منها عبادة أصلا كان أولى، قال المظهر :هذا وأمثاله مبني على الزجر وألا يسقط عنه فرض الصلاة إذا أداها بشرائطها ولكن ليس ثواب صلاة الفاسق كثواب صلاة الصالح، بل الفسق ينفي كمال الصلاة وغيرها من الطاعات، وقال النووي :إن لكل طاعة اعتبارين :أحدهما سقوط القضاء عن المؤدي، وثانيهما ترتيب حصول الثواب فعبر عن عدم ترتيب الثواب بعدم قبول الصلاة (فإن تاب) أي بالإقلاع والندامة (تاب الله عليه) أي قبل توبته (فإن عاد) أي إلى شربها (لم يقبل الله له صلاة أربعين صباحا) ولعل وجه التقييد بالأربعين لبقاء أثر الشراب في باطنه مقدار هذه، وكذا قال الإمام الغزالي :لو ترك الناس كلهم كل الحرام أربعين يوما لاختل نظام العالم بتركهم أمور الدنيا، قيل :لولا الحمقى لخربت الدنيا، وقد روي أنه من أخلص لله أربعين صباحا أظهر الله ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه .رواه أبو نعيم في الحلية عن أبي أيوب وورد (ومن حفظ عن أمتي أربعين حديثا بعثه الله فقيها .رواه جماعة من الصحابة وقال تعالى (وإذ واعدنا موسى أربعين ليلة)والحاصل أن لعدد الأربعين تأثيرا بليغا في صرفها إلى الطاعة أو المعصية وإذا قيل :من بلغ الأربعين ولم يغلب خيره شره فالموت خير له (فإن تاب) أي رجع إليه تعالى بالطاعة (تاب الله عليه) أي أقبل عليه بالمغفرة (فإن عاد لم يقبل الله له صلاة أربعين صباحا) ظاهره عدم قبول طاعته ولو تاب عن معصيته قبل استيفاء مدته كما يدل عليه الفاء التعقيبية في قوله (فإن تاب تاب الله عليه) ويمكن أن يكون التقدير ولو كانت التوبة قبل ذلك والفاء تكون تفريعية (فإن عاد الرابعة) أي رجع الرجعة الرابعة وفي نسخة في الرابعة (لم يقبل الله له صلاة أربعين صباحا فإن تاب لم يتب الله عليه) هذا مبالغة في الوعيد والزجر الشديد وإلا فقد ورد (ما أصر من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرة) رواه أبو داود والترمذي عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، وقال المظهر :أي فإن تاب بلسانه وقلبه عازم على أن يعود لا يقبل توبته، قلت فيه :إنه حينئذ ليس بتوبة مع أن هذا وارد في كل مرتبة لا خصوصية لها بالرابعة، قال الطيبي :ويمكن أن يقال :أن قوله (إن تاب لم يتب الله عليه) محمول على إصراره وموته على ما كان فإن عدم قبول التوبة لازم للموت على الكفر والمعاصي، كأنه قيل :من فعل ذلك وأصر عليه مات عاصيا ولذلك عقبه بقوله (وسقاه) أي الله (من نهر الخبال) . اهـ والمعنى أن صديد أهل النار لكثرته يصير جاريا كالأنهار وفيه إيماء إلى ما ورد عن قيس بن سعد (من شرب الخمر أتى عطشان يوم القيامة) رواه أحمد ولعل نقض التوبة ثلاث مرات مما يكون سببا لغضب الله على صاحبها كما يشير إليه قوله تعالى (إن الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلا) وكان الغالب أن صاحب العود إلى الذنب ثلاثا لم تصح له التوبة كما أشارت إليه الآية بعدم الهداية والمغفرة، قال الطيبي :ونظيره قوله تعالى (إن الذين كفروا بعد إيمانهم ثم ازدادوا كفرا لن تقبل توبتهم)الكشاف فإن قلت :قد علم أن المرتد كيفما ازداد كفرا فإنه مقبول التوبة إذا تاب فما معنى لن تقبل توبتهم، قلت :جعلت عبارة عن الموت على الكفر ;لأن الذي لا تقبل توبته من الكفار هو الذي يموت على الكفر، كأنه قيل إن اليهود والمرتدين ميتون على الكفر داخلون في جملة من لا تقبل توبتهم اهـ .وحاصل المعنى في الحديث أن من لم يثبت على التوبة في الثالثة يخشى عليه أن يموت على المعصية (رواه الترمذي) أي عن عبد الله بن عمر(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٣٨٥، ٢٣٨٦ ،باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

مقالات ومضامین مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط ۱۰)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں یہ بھی بہت بڑے تاجر تھے، اہل نسب نے لکھا ہے کہ حضرت طلحہ نے مقام بیسان سے مال خریدا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم تو طلحہ فیاض ہو چنانچہ اس کے بعد سے ان کا نام طلحہ فیاض ہو گیا۔ غزوہ بدر کے موقع پر وہ تجارت کے لیے شام کے سفر پر تھے، اور اس وقت واپس آئے جب حضور اقدس ﷺ بدر سے واپس لوٹ چکے تھے، انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے مال غنیمت میں سے اپنے حصے کے بارے میں بات کی تو آپ نے فرمایا تمہیں اپنا حصہ ملے گا، وہ کہنے لگے میرے اجر اور ثواب کا کیا ہوگا تو آپ نے فرمایا تمہیں ثواب بھی ملے گا سفیان بن عیینہ کے مطابق حضرت طلحہ کی یومیہ آمدنی ایک ہزار درہم تھی (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ا ص ۲۳۱، ذکر طلحہ بن عبید اللہ)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تجارت کے ساتھ زراعت بھی کرتے تھے عراق میں کئی زراعتی زمینیں تھیں جن میں قناۃ اور سراۃ مشہور کھیت تھے صرف قناۃ کے کھیتوں میں بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، اسی طرح کا نظام سراۃ میں بھی تھا۔ لیکن اتنے مال و دولت کے باوجود ان کے دل میں مال کی محبت نہ تھی بلکہ اللہ کے راستے میں اور لوگوں کی خدمت کی خاطر لاکھوں درہم و دینار خرچ کر دیتے تھے، غریب اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ان کی کفالت کرتے، غیر شادی شدہ لوگوں کو شادیاں کراتے، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے اور مقروض لوگوں کے قرضے ادا کرتے تھے۔ حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے علاوہ کسی کو بہت زیادہ مال بغیر سوال کے دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت سعدی بنت عوف المریہ فرماتی ہیں کی ایک مرتبہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو (ان کو پریشان دیکھ کر) میں نے کہا کہ کیا آپ کو گھر کی طرف سے کوئی پریشانی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے کہ دراصل میرے پا س مال ہے اس کی وجہ سے پریشان ہوں، میں نے کہا کہ اسے لوگوں میں تقسیم کر دیجئے، انہوں نے اپنی باندی کو بلایا اور کہا کہ لوگوں کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ انہوں نے اس کو تقسیم کرنا شروع کیا، میں نے پوچھا کہ کتنا مال تھا تو باندی بولیں کہ چار لاکھ (دراہم) تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ایک زمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سات لاکھ کی بیچی اور اس کی قیمت لے کر گھر آئے اور کہنے لگے کہ کسی شخص کے پاس اتنا مال

ہواور اس کی رات اسی طرح گذر جائے اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ ہونے والا ہے (یہ اس کے لئے مناسب نہیں) انہوں نے رات اس طرح گذاری کہ ان کے قاصد مدینہ کی گلیوں میں گشت کررہے تھے (مال تقسیم کررہے تھے) یہاں تک کہ صبح جب ہوئی تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ ہر سال جب ان کے کھیتوں کی آمدنی آتی تھی تو اس میں سے دس ہزار درہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا کرتے تھے۔

اس سب کے باوجود انہوں نے اپنے ورثاء کے لیے بڑی مقدار میں مال چھوڑا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے صاحبزادے موسیٰ سے پوچھا کہ تمہارے والد کس قدر دولت چھوڑ کر گئے؟ انہوں نے کہا بائیس لاکھ درہم اور دولاکھ دینار، اس کے علاوہ جائیداد اور سامان بھی تھا جس کی قیمت محتاط اندازے کے مطابق تین کروڑ بنتی ہے (طبقات ابنِ سعد، ج۳ ص ۲۱۷، ذکر طلحہ بن عبیداللہ)

حضرت سعد بن عائذ جو قباء میں حضور اقدس ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ مؤذن بھی تھے اور قرظ (کیکر کی طرح کا ایک درخت) کے پتے جن سے کھالوں کو دباغت دی جاتی تھی اس کی تجارت کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے انہیں سعد القرظ بھی کہا جاتا ہے، ان کی تجارت کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے تنگدستی کی شکایت کی تو حضور اقدس ﷺ نے انہیں تجارت کا حکم دیا چنانچہ وہ بازار گئے اور قرظ کے کچھ پتے خریدے اور ان کو بیچا تو اس میں انہیں نفع ہوا تو حضور اقدس ﷺ نے انہیں اسی کام کو اختیار کیے رکھنے کا حکم دیا (الاصابہ لابنِ حجر، ج۳ ص ۶۵، باب السین بعدہا العین)

امام بخاری نے ان کی اولاد میں سے کسی کے حوالے سے ان کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ وہ تاجر تھے اور جو بھی کام شروع کرتے تھے اس میں ان کو نقصان ہوجاتا تھا بالآخر انہوں نے قرظ کے پتوں کی تجارت شروع کی تو اس میں ان کو فائدہ ہوا تو انہوں نے اسی کی تجارت کو مستقل طور پر اختیار کرلیا جس کی وجہ سے ان کو سعد القرظ کہا جانے لگا (بخاری، ج۱ ص ۹۲)

تاجر صحابہ کرام میں سے ایک حضرت منقذ بن عمرو انصاری بھی ہیں، یہ وہی صحابی ہیں جو تجارت کرتے تھے اور ان کو تجارت میں ہمیشہ نقصان ہوتا تھا، اس کا تفصیلی واقعہ ان کے پوتے محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ ان کے سر میں کوئی بیماری ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کی زبان اور عقل دونوں متاثر ہوگئی تھیں لیکن وہ تجارت کو نہیں چھوڑتے تھے اور ہمیشہ انہیں تجارت میں نقصان ہوتا تھا تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے

اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جب بھی کسی سے کسی چیز کی خرید وفروخت کا معاملہ کیا کروتو ساتھ یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکہ نہیں ہوگا اور مجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔ چنانچہ وہ اسی طرح کیا کرتے تھے ،حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اکثر ایسا ہوتا کہ وہ بازار سے کوئی چیز خرید کرلے جاتے جب گھر پہنچتے تو گھر والے انہیں ملامت کرتے کہ ایسی چیز کیوں خرید لائے تو وہ جا کر واپس کر دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے تین دن کا اختیار دیا ہے (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ا ص ۴۵۵، منقذ بن عمرو)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک انصاری صحابی کا تذکرہ کیا ہے جن کی کنیت اُبو معلق تھی اور وہ مشہور تاجر تھے، اپنے مال سے بھی تجارت کرتے تھے، اور دوسروں سے مال لے کر اس سے بھی تجارت (مضاربت) کیا کرتے تھے، اس کے ساتھ بڑے عابد زاہد اور متقی اور پرہیز گار تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ گھر سے تجارت کے لیے نکلے تو ایک چور جو مسلح تھا اور اس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا اس نے ان کو روکا اور کہا کہ اپنا سامان رکھ دو کیونکہ میں تمہیں قتل کرنے لگا ہوں ،انہوں نے کہا کہ میرا سامان یہ رہا تم لے لو، اس نے کہا نہیں مجھے سامان نہیں چاہیے میں تو تمہیں ہی قتل کرنا چاہتا ہوں ،انہوں نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو اس نے کہا جتنی مرضی ہے نماز پڑھ لو، چنانچہ انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد یہ دعا پڑھی:

”یا ودود یا ذا العرش المجید، یا فعالاً لما یرید، أسألک بعزّتک التی لاتُرام، وملکک الذی لا یُضام، وبنورک الذی ملأ أرکان عرشک أن تکفینی شر ھذا اللص، یا مغیث أغثنی .قالھا ثلاثاً.“

”اے ودود! اے عرش مجید کے مالک! اے وہ ذات جو جو چاہے کرتی ہے! میں تجھ سے تیری اس عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس کو کم نہیں کیا جا سکتا، اور تیری اس بادشاہت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو گھٹنے والی نہیں ہے، اور تیرے اس نور کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے سب کونوں کو بھرا ہوا ہے (سوال) یہ کہ تو ہی مجھے اس چور کے شر سے بچا، اے مددگار میری مدد کر، اے مددگار میری مدد کر، اے مددگار میری مدد کر!“

ان کا یہ دعا کرنا تھا کہ اچانک ایک گھڑ سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جو اس نے سر سے اوپر

اٹھایا ہوا تھا وہ چور کو مارا اور اسے قتل کر ڈالا، اور پھر اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا تو تاجر نے کہا تو کون ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی ہے؟ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا رہنے والا فرشتہ ہوں جب تم نے دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی آواز سنی، پھر جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی، پھر جب آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کہا گیا کہ کسی سخت مصیبت زدہ شخص کی دعا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ سے اس چور کے قتل کی اجازت چاہی، پھر کہنے لگا آپ خوشخبری سن لیجیے اور جان لیجیے کہ جو شخص بھی وضو کر کے چار رکعات نماز پڑھے اور پھر یہ دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی خواہ کسی سخت مصیبت میں ہو یا نہ ہو (الاصابہ لابن حجر، ج۷ ص۳۸۹، حرف المیم)

آج کے اس دور میں چوری، ڈاکہ زنی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اسے ایک پیشہ کے طور پر اپنا لیا گیا ہے، جس کے پاس پیسہ ہوتا ہے اسے راستے میں، دوکان پر یا گھر میں روک کر اس سے پیسے بھی لے لیے جاتے ہیں اور قتل بھی کر دیا جاتا ہے ایسے حالات میں مذکورہ دعا ایک بڑا اہم حفاظتی ہتھیار ہے اسے یقین کے ساتھ اختیار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مدد کی قوی امید ہے۔　　(جاری ہے......)

بسلسلہ: تاریخی معلومات **6** مولانا طارق محمود

ماہِ شعبان: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

r ...... ماہِ شعبان ۵۰۱ھ میں حضرت ابراہیم بن میاس بن مہری بن کامل بن صقیل بن احمد بن ورد بن زیاد قشیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۷ ص ۲۳۰)

r ...... ماہِ شعبان ۵۰۸ھ میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غلبون خولانی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۹۷)

r ...... ماہِ شعبان ۵۰۸ھ میں حضرت ابوالوحش سبیع بن مسلم بن علی بن ہارون مقری ضریر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۲۰ ص ۱۴۰)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۰ھ میں حضرت ابوالقاسم علی بن احمد بن محمد بن بیان بن رزاز بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۵۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۰ھ میں حضرت ابوالغنائم محمد بن علی بن میمون بن محمد نرسی کوفی مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۷۵، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص ۳۹، تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۴ ص ۳۹۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۰ھ میں حضرت ابوالفتح نصر بن احمد بن ابراہیم حنفی ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۳۹۱)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۲ھ میں حضرت ابوالعلاء عبید بن محمد قشیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۹۴)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۲ھ میں شیخ الحنفیہ حضرت ابوالفضل بکر بن محمد بن علی بن فضل انصاری خزرجی سلمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۴۱۷)

r ...... ماہِ شعبان ۵۱۸ھ میں حضرت ابوسعد محمد بن نصر بن منصور ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۶ ص ۱۰۷)

r ...... ماہِ شعبان ۵۲۴ھ میں حضرت امِ ابراہیم فاطمہ بنت عبداللہ بن احمد بن قاسم بن عقیل اصبہانیہ رحمہا اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۰۵)

r ...... ماہِ شعبان ۵۲۴ھ میں حضرت ابوسعد اسماعیل بن فضل بن احمد بن محمد بن علی بن اخشیذ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۵۶)

r ...... ماہِ شعبان ۵۲۶ھ میں حضرت ابوسعد عثمان بن علی بن شراف مروزی عجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۶۳۳)

r ...... ماہِ شعبان ۵۲۶ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ مخزومی قصاع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۱۵ ص ۱۵۲)

r ...... ماہِ شعبان ۵۳۲ھ میں حضرت ابوالمعالی حسین بن حمزہ بن حسین بن جعفر بن شعیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۱۴ ص ۵۹)

r ...... ماہِ شعبان ۵۳۴ھ میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن طاہر بن برکات بن ابراہیم بن علی بن محمد بن احمد بن عباس قرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۶ ص ۴۵۰)

r ...... ماہِ شعبان ۵۳۶ھ میں حضرت ابوسعد احمد بن محمد بن علی بن محمود بن ماخرہ زوزنی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۵۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۳۶ھ میں حضرت ابومحمد عبدالجبار بن محمد بن احمد الخواری بیہقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۷۲)

r ...... ماہِ شعبان ۵۳۹ھ میں حضرت ابوالفتح نصر بن قاسم انصاری مقدسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۶۲ ص ۴۱)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۲ھ میں حضرت ابوالکرم خمیس بن علی بن احمد بن علی بن حسن واسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۳۴۷، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۴۱، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۵۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۲ھ میں حضرت ابوبکر ہبۃ اللہ بن فرج ہمذانی ابن اخت الطّویل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۶۴)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۲ھ میں حضرت ابوحفص عمر بن ظفر بن احمد شیبانی مغازلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۷۱)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۳ھ میں حضرت ابوالدر یاقوت بن عبداللہ رومی سفار تاجر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۷۹، تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج ۶۴ ص ۳۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۳ھ میں حضرت ابوالقاسم خضر بن حسین بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن احمد بن عبدان ازدی صفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۲۲، تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۱۶ ص ۴۳۵)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۵ھ میں حضرت ابوعلی حسین بن علی بن حسین بن محمد بن محمد شحامی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۲۳)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۷ھ میں حضرت ابونصر غالب بن احمد بن مسلم ادمی مصیح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۴۸ ص ۵۲)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۷ھ میں حضرت ابونصر محمد بن منصور بن عبدالرحیم حرضی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۵۸)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۷ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن محسن بن احمد سلمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۵ ص ۲۳۴)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۸ھ میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن نصر بن صغیر بن خالد قیسرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۶ ص ۱۰۳)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۸ھ میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن محمد بلخی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۷۶، تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۴۱ ص ۳۴۱)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۸ھ میں حضرت ابوالفضل عبدالرحیم بن احمد بن محمد بن محمد بن ابراہیم بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۸۱)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۹ھ میں حضرت ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن احمد شہرستانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۸۷)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۹ھ میں حضرت ابوالفضائل ناصر بن محمود بن علی قرشی صائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۶۱ ص ۳۹۰)

r ...... ماہِ شعبان ۵۴۹ھ میں حضرت ابوعبداللہ حامد بن ابوالفتح احمد بن محمد مدینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۵۰)

r ...... ماہِ شعبان ۵۵۰ھ میں حضرت ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر سلامی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص ۲۷۰، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص ۶۰، طبقات الحفاظ، ج۱ ص ۴۶۷)

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

P عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط۶)

خیام کی رباعیات (اشعار)

جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ خیام کی شہرت اس کے سارے کمالات اور فلسفیانہ حیثیت نظر انداز ہو کر ان پچھلی صدیوں میں فارسی کے ایک رباعی [۱] گو شاعر کی حیثیت سے ہوئی، مغربی فضلاء اور مستشرقین نے انیسویں اور بیسویں صدی میں اس کی اسی حیثیت کو ہر پہلو سے اجاگر کیا، اس کے رباعیات کے تتبع و تلاش، اس کی اصلی والحاقی رباعیات کی چھان پھٹک اور ان پر نقد و جرح پر اتنا کچھ لکھا ہے، اتنا زور تحقیق صرف کیا ہے اور اتنا علمی مواد چھوڑا کہ بائد وشائد کسی کلام پہ اتنا زور تحقیق صرف ہوا ہو، مغرب کے دیکھا دیکھی اس عرصے میں مشرق میں بھی خیام کی صرف رباعیات کی ہی دھوم مچی رہی، اور خیام کے نام پر اور خیام کی طرف نسبت پر مشتمل بہت کچھ مخطوطے اور قدیم مجموعے تلاش وجستجو کے نتیجے میں لائبریریوں، شخصی کتب خانوں وغیرہ سے برآمد ہوتے رہے اور ارباب ذوق وتحقیق کی نقد و جرح سے گذرتے رہے۔ [۲]

---

[۱] رباعی عربی زبان کا لفظ ہے، عام معروف معنی اس کا یہ لیا جاتا ہے کہ ''چار مصرعوں پر مشتمل مختصر نظم''، اور یہ مختصر چو مصرعہ نظم دریا بکوزہ ہوتی ہے، اس کوزہ میں سمندر بند ہوتا ہے، بڑے سے بڑا فلسفیانہ خیال، باریک سے باریک اخلاقی تعلیم، اور پیچیدہ تر صوفیانہ راز جو پورے پورے دفتروں میں سماتا ہو، مختصراً ان دو سطروں میں، شعر کے چار مصرعوں میں ادا کیا جاتا ہے، رباعی کا ایک دوسرا مطلب بھی سید صاحب نے محمد بن قیس رازی (۶۳۰ھ) کی کتاب ''**المعجم فی معاییر اشعار العجم**'' سے نقل کیا ہے، اس کے مطابق اہل عرب اس چو مصرعہ مختصر نظم کو رباعی اس لیے کہتے تھے کہ فن عروض کی بحر ہزج جس میں رباعی کہی جاتی ہے چار اجزاء سے مرکب ہوتی ہے، اس لیے اس وزن کا ایک مصرعہ عربی میں دو جزء کا ایک شعر ہو جاتا تھا، اور اس طرح چار مصرعوں میں چار شعر ہو جاتے تھے۔

فارسی والوں نے اپنے ذوق کے مطابق ان کو چار کی بجائے دو ہی شعر قرار دیا، اس لیے وہ رباعی کو دو بیتی کے نام سے ذکر کرتے تھے۔ فارسی رباعی میں پہلے، دوسرے چوتھے مصرعے کو ہی ہم قافیہ لایا جاتا تھا، متاخرین شعراء فارسی چاروں مصرعوں کو بھی ہم قافیہ لانے لگے، عربی میں چاروں مصرعوں کو ہی ہم قافیہ لانے کا التزام رہا ہے، فارسی میں رباعی کو دو بیتی کے علاوہ ترانہ بھی کہا جاتا تھا، اور شاید یہ اس کا سب سے قدیم نام ہے، نیز غزل بھی اس کو فارسی میں کہا گیا ہے، یہ شاید اس زمانے میں کہا جاتا تھا جب غزل اپنے موجودہ معروف معنی میں رائج نہ ہوئی تھی، رباعی کی ایجاد پر بڑی طویل بحثیں ہوئی ہیں، اور بہت اقوال اس کے بارے میں ہیں، اور پھر یہ کہ یہ عربی الاصل صنف ہے، یا فارسی الاصل؟ اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے خیام ص ۲۵۰ ک بعد، نیز دائرہ معارف الاسلامیہ بذیل مادہ۔

[۲] خیام کی رباعیات کے جو قدیم نسخے دریافت ہوئے تھے، اور سید صاحب کے علم میں آئے، آپ نے ان کی فہرست دی ہے، ساتھ ان کا سن تحریر بھی درج ہے، ملاحظہ ہو، لکھنو میں بابو گوری پرشاد سکسینہ کا مملوکہ نسخہ تحریر شدہ ۸۲۶ھ رباعیات کی تعداد ۲۰۶۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خیام کی رباعیات کے مجموعوں میں ایسی رباعیات بھی ہیں، جو دوسرے مشاہیر شعراء واصحاب کمال کے کلام میں بھی پائی جاتی ہیں، یعنی دوسروں کی بہت سی رباعیاں بھی خیام کی طرف منسوب کی گئی ہیں، مغربی فضلاء نے اس پر بھی بڑا زور تحقیق صرف کیا تھا، کہ خیام کے کلام میں کون سی رباعیاں الحاقی ہیں اور وہ کہاں سے آئی ہیں، یعنی کن دیگر شعراء کے ہاں ملتی ہیں، سو سے زیادہ ایسی رباعیاں دریافت کی گئی تھیں جو دوسروں کے کلام میں بھی تھیں۔

خود سید صاحب نے بھی ۲۰ سے زیادہ ایسی رباعیاں خیام کے مجموعوں میں دریافت کی تھیں جو دوسرے شعراء کے کلام میں ملتی ہیں، جن مشاہیر اصحاب کمال کی رباعیات خیام کی رباعیات سے خلط ملط ہوئی ہیں، ان میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں:

> فارابی، ابوالحسن خرقانی، امام غزالی، ابوسعید ابوالخیر، بوعلی سینا، عبداللہ انصاری، شیخ عطار، افضل کاشی، مولائے رومی، امام فخر الدین رازی، سیف الدین باخرزی، نجم الدین رازی، محقق نصیر الدین طوسی، سراج الدین قمری، مجد الدین ہمگر، مشہور فارسی شاعر انوری، مغربی تبریزی، اور کمال اسماعیل (دیکھئے خیام ص ۲۹۹)

اس مذکورہ فہرست میں اکثر نام نامور صوفیاء، ارباب تصوف مشائخ کے ہیں یا فلاسفہ کے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیاء اور فلاسفہ دونوں طبقوں میں شاعری میں اپنے علوم اور خیالات کے اظہار کے لیے رباعی کی صنعت رائج اور معروف رہی ہے، شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ ان دونوں طبقوں کے علوم بہت وسیع و عمیق اور گہرے ہوتے ہیں، ان کو مختصر پیرائے میں تعبیر کرنے کے لیے رباعی کی صنف زیادہ مناسب بھی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(۱) پیرس میں ملنے والا نسخہ سن تحریر ۸۵۲ھ (۲) قسطنطنیہ (ترکی) کی لائبریری سے برآمد ہونے والا نسخہ سن تحریر ۸۶۱ھ (۳) قسطنطنیہ میں ملنے والا ایک دوسرا نسخہ سن تحریر ۸۶۴ھ (۴) بوڈلین لائبریری (یورپ) میں موجود نسخہ سن تحریر ۸۶۵ھ، اس میں رباعیات کی تعداد ۱۵۸ تھی، ۱۸۹۸ء میں ایڈورڈ ہیرن نے اس کا عکس لے کر اسے شائع کیا تھا (۵) لاہور کے سید سلیم صاحب کے پاس موجود نسخہ سن تحریر ۸۷۹ھ، رباعیات کی تعداد ۱۴۳ (۶) پیرس کے کتب خانہ ملی میں موجود نسخہ سن تحریر ۸۷۹ھ (۷) پٹنہ کی الاصلاح لائبریری میں موجود نسخہ سن تحریر ۹۱۱ھ (۸) پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود نسخہ سن تحریر ۹۲۰ھ (۹) مطبع کاویانی برلن (جرمنی کا نسخہ سن تحریر اندازاً ۹۰۰ھ (۱۰) اس مطبع کا ایک اور نسخہ، سن تحریر ۹۳۴ھ (۱۱) پٹنہ کی اورینٹل لائبریری کا نسخہ سن تحریر ۹۶۱ھ (۱۲) برطانیہ کی کیمرج یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود نسخہ سن تحریر ۱۱۹۵ھ کے لگ بھگ، واضح رہے کہ یہ نسخے ان کے علاوہ ہیں، جن میں کسی صاحب علم نے خیام کی رباعیات کا انتخاب درج کیا ہے (دیکھئے خیام ص ۲۹۸) مذکورہ نسخوں میں نسخہ نمبر ۷ (موجود پٹنہ لائبریری باتصویر ہے، یعنی رباعیات کے معنیٰ کو مجسم و متشکل کیا گیا ہے، یہ ایران کے سلطان علی مشہدی کا مرتبہ نسخہ ہے سلطان علی مشہدی سلطان حسین مرزا کے وزیر نظام الدین علی شیر کے دربار سے منسلک تھا، اور کتابوں کی نقل و نسخ پر مامور تھا، اس سلطان علی مشہدی کا سال وفات ۹۱۹ھ ہے، ایضاً خیام حوالہ بالا)

تھی اور مؤثر و دلپذیر بھی۔اب اس سے پہلے کہ ہم سید صاحب کی چھانٹی وانتخاب کردہ عمر خیام کی رباعیاں ترجمہ وتشریح کے ساتھ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ عمر خیام کے ذوق و مزاج یا مسلک ومشرب کی زرا وضاحت کردیں اور ساتھ ساتھ اس کی رباعیوں میں جو مضامین بیان ہوئے ہیں، ان کا مختصر تعارف کرادیں۔اس سے یہ ہوگا کہ ایک تو رباعیات کی لذت اور مزہ دو آتشہ ہو جائے گا، نیز خیام کی سرمستی ووارفتگی سے لبریز عجیب وغریب خیالات پر مشتمل رباعیاں زیادہ اجنبیت، وحشت اور حیرت کا باعث نہ رہیں گی، ہاں جن کو شاعری کا ذوق لطیف حاصل ہو اور فلسفیانہ مباحث سے بھی کچھ دلچسپی ہو ان کو حیرت واستعجاب تو کجا لذت وسرمستی ہی ان رباعیات سے حاصل ہوگی، کہ ہمیشہ خیام کی رباعیات نے اصحاب ذوق کو مسحور ومخمور کیا ہے۔

خیام کا مسلک ومشرب

خیام مسلمان تھا لیکن اس کا اسلام فلسفیانہ اسلام تھا، جس میں ارسطو کی مشائیت، افلاطون کی اشراقیت، دونوں کے اجزاء شامل تھے، مسلمانوں کے طبقہ حکماء اور عقل پرستوں کے اس فلسفیانہ اسلام کا جس کے ڈانڈے اکثر و بیشتر تحریف والحاد سے جا ملتے ہیں خاکہ دیکھنا ہو تو فارابی کی فصوص الحکم، بوعلی سینا کی شفا و اشارات کے ابواب الٰہیات میں ملے گا، لیکن یہاں ایک تھوڑی سی وضاحت ملحوظ رہے کہ مسلمانوں میں حکماء وفلاسفہ کا جو گروہ گذرا ہے، یہ سب ایک رنگ اور مزاج کے نہ تھے، سید صاحب نے حکماء کے اس طبقے کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱)......وہ فلاسفہ اور حکماء جو صرف فلسفیانہ خیالات رکھتے تھے، اور نظام کائنات اور سلسلہ موجودات کو اپنے انہی فلسفیانہ نظریات کے تناظر میں دیکھتے تھے لیکن عملی زندگی میں وہ رنگین مزاج، دنیا دار اور عیش پرست ہوتے تھے (بوعلی سینا کا نام بھی اسی گروہ میں شمار کیا گیا ہے؟)

(۲)......وہ فلاسفہ وحکماء جن کے خیالات ونظریات فلسفیانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی عملی زندگی، ان کے اخلاق وعادات اور کردار بھی زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی کے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔

اور وہ قدیم اسکندریہ (مصر) کے نو افلاطونی حکماء اور یونان کے رواقی حکماء کے اصولوں اور طریقے پر خشک زاہدانہ اور صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے، ریاضتیں اور مجاہدے کرکے نفس کا تزکیہ کرنے اور روح کو ترقی دینے اور عالم بالا سے اسے مانوس کرنے میں مشغول رہتے تھے۔دنیا کو منہ نہ لگاتے تھے، یہ فلاسفہ کا صوفی

گروہ ہے۔ ۱

(جاری ہے......)

---

۱ یہاں بندہ امجد ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مستشرقین نے (مغربی فضلاء و ماہرین برائے اسلامی علوم وفنون) علوم اسلامی، تاریخ اسلام اور مشاہیر اسلام کو نقد و جرح سے گذارنے کے عمل میں جہاں جہاں ڈنڈی ماری ہے، اور بہت باریک اور خفیہ دجل وفریب کو کام میں لایا ہے، اس کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ تصوف کے ادارے پر انہوں نے جو جرح کی ہے، اسے بدنام کیا ہے، اور اسے عجمی وایرانی سازش وغیرہ نجانے کن کن ناموں سے یاد کیا ہے، اس میں ان کا طریقہ واردات یہ رہا ہے کہ فلاسفہ کے صوفی گروہ کے عقائد ونظریات اور اخلاق واعمال کو لے کر اسے اسلامی تصوف کا نام دیا ہے، حالانکہ اس فلسفیانہ تصوف کا اس تصوف سے کوئی جوڑ اور میل نہیں جو قرآن وسنت سے ناشی ہے، شیخ حسن بصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، ابوالحسن خرقانی سے چلا ہے، اور اہل سنت میں مشائخ سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور قادریہ وغیرہم کے بزرگوں کے ذریعے ہزار بارہ سو سال تک پھلا پھولا ہے، اور امت مسلمہ کو اصلاح وتزکیہ باطن کے مرحلے سے گذار کر ان میں ایمان ویقین کی سپرٹ بھری ہے، اسلام کے نادان حامی اور ہمارے جدت پسند وروشن خیال طبقات یا سلفی حضرات قلت مطالعہ اور بے بصیرتی کی وجہ سے مستشرقین کا یہی پس خوردہ چاٹتے رہے ہیں، اور منہ سے جھاگ نکال نکال کر برٹش عہد استبداد میں بچارے متصوفین پر، مشائخ طریقت پر، خانقاہی نظام پر رشد واصلاح اور تزکیہ باطن کے سارے سلسلے پر برستے رہے ہیں، کہ یہ عجمی سازش ہے اس سے اسلام کو خطرہ ہے، اور اہل تصوف نے اسلام کا خلیہ خیر القرون کے بعد بدل ڈالا اور اس کا چہرہ مسخ کر دیا، اب ہزار سال بعد عہدِ غلامی میں مستشرقین کے دم قدم سے ہم پر یہ راز فاش ہوا ہے، لہٰذا آج ہم مغربی چشمہ لگا کر اسلام کی تجدید کریں گے۔ اقبال نے مستشرقین اور ان کے دیسی غلاموں کے اس طریقہ واردات کو بھانپ کر ہی شاید کہا تھا:

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید مشرق میں نہ ہے، تقلید فرنگی کا بہانہ

TAMEER-E-PAKISTAN SCHOOL

تعمیرِ پاکستان سکول (نیشنل میڈیم)

زیرِ نگرانی: حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم و دیگر اہلِ علم

جدید تعلیم قومی اور دینی سوچ کے ساتھ

تعمیرِ پاکستان سکول: گلی نمبر 17، نزد ادارہ غفران، چاہ سلطان

(سلطان پورہ) راولپنڈی فون:051-5780927

تذکرۂ اولیاء (حکایات از روض الریاحین شیخ یافعی رحمہ اللہ۔قسط:۲) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

زندوں کے اعمال صالحہ پر مرنے والوں کی خوشی

ایک عبادت گذار عورت کا واقعہ ہے کہ جس وقت وہ فوت ہونے لگی، تو آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا کرنے لگی، اے اللہ! میرا ذخیرہ اور توشہ تو ہی ہے، مرنے اور جینے میں میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا ہے، اب موت کے وقت آپ مجھے رسوا نہ فرمائیں، اور قبر کی وحشت سے حفاظت فرمائیں۔

جب وہ فوت ہوگئی، تو اس کا بیٹا ہر جمعرات اور جمعہ کو اس کی قبر پر جاتا، اور قرآن مجید کی آیات وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتا، اپنی والدہ اور سب مرحومین کے حق میں دعا واستغفار کرتا، وہ کہتا ہے ایک دفعہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا، پہلے میں نے انہیں سلام کیا، پھر حال احوال پوچھا، تو وہ کہنے لگیں! بیٹا موت کی سختیاں اور تکلیفیں تو بہت ہیں لیکن اب میں قیامت تک کے لیے اللہ کے فضل سے برزخ کے عالم (وہ عالَم، جہاں مرنے کے بعد ارواح ہوتی ہیں) میں ہوں، یہاں فرش، قالین بچھے ہوئے ہیں، اور ریشمی گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ کہا ہاں اے بیٹے یہ جو تم میری قبر پر آتے ہو اور قرآن مجید پڑھ کر دعا کرتے ہو تو یہ ورد نہ چھوڑنا۔

اے بیٹا! جمعہ، جمعرات کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے، جس وقت تم میرے پاس آتے ہو تو قبرستان کے سب لوگ میرے پاس آتے ہیں، اور کہتے ہیں، اے باہیہ! (اس عورت کا نام) تمہارا بیٹا آیا ہے، اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے، اور پاس کے سب مرحومین بھی خوش ہوتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ پھر میں اسی طرح ان کی زیارت کو جاتا رہا، اور کچھ قرآن پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت دور کر کے انسیت عطا فرمائے، اور تمہاری تنہائی پر رحم فرمائے، اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے، اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے، (کہتا ہے) پھر ایک روز میں سو رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے، میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کس لیے آئے ہو، بولے ہم اہل مقابر ہیں، تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں، اور یہ درخواست کرنے کہ قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر (بخشنا، ایصال ثواب کرنا) تم نہ چھوڑنا۔

کچھ وضاحتیں

ایصال ثواب کرنا برحق اور شرعاً ثابت ہے، یعنی زندہ مسلمان کوئی بھی نفل عمل مثل روزہ، نماز، حج، عمرہ، صدقہ، خیرات، صدقۂ جاریہ کا کوئی کام، قرآن کی تلاوت، ذکر، استغفار، درود شریف، کوئی بھی عمل حسب توفیق اخلاص کے ساتھ کر کے، نام ونمود اور بدعات وخرافات سے بچتے ہوئے، مرنے والے مسلمانوں کو، اپنے عزیز واقارب کو، یا زندہ مسلمانوں کو ان سب نفلی اعمال کا ثواب بخش سکتا ہے۔ [1]

ایصال ثواب میں جمعرات یا جمعہ یا کسی اور دن تاریخ یا مہینے کی تخصیص نہیں، ہر وقت، ہر دن آدمی ایصال ثواب کرسکتا ہے، اور قبرستان جانے کی بھی تخصیص نہیں، بلکہ گھر سے یا جہاں بھی ہو وہاں سے ثواب پہنچا

---

[1] وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ (لا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ)اَیْ فِیْ حَقِّ الْخُرُوْجِ عَنِ الْعُهْدَةِلَا فِیْ حَقِّ الثَّوَابِ ،فَاِنَّ مَنْ صَامَ اَوْ صَلّٰی اَوْ تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ اَوِ الْاَحْیَاءِ جَازَ وَیَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَیْهِمْ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِوَقَدْ صَحَّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺاَنَّهٗ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَالْآخَرُ عَنْ اُمَّتِهٖ مِمَّنْ آمَنَ بِوَحْدَانِیَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَبِرِسَالَتِهٖﷺوَرُوِیَ اَنَّ سَعْدَابْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺاِنَّ اُمِّیْ کَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ اَفَاَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَصَدَّقْ، وَعَلَیْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ لَّدُنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺاِلٰی یَوْمِنَا هٰذَامِنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِوَقِرَاءَ ةِ الْقُرْآنِ عَلَیْهَا وَالتَّکْفِیْنِ وَالصَّدَقَاتِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِوَجَعْلِ ثَوَابِهَا لِلْاَمْوَاتِ،وَلَا اِمْتِنَاعَ فِی الْعَقْلِ اَیْضًالِاَنَّ اِعْطَاءَ الثَّوَابِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِفْضَالٌ مِّنْهُ لَاِاسْتِحْقَاقٌ عَلَیْهِ فَلَهٗ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلٰی مَنْ عَمِلَ لِاَجْلِهٖ بِجَعْلِ الثَّوَابِ لَهٗ کَمَا لَهٗ اَنْ یَّتَفَضَّلَ بِاِعْطَاءِ الثَّوَابِ مِنْ غَیْرِ عَمَلٍ رَأْسًا (بدائع الصنائع ج۲، فصل نبات الحرم)

ترجمہ: آپ ﷺ کے اس فرمان ”کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نہ تو روزہ رکھے اور نہ ہی نماز پڑھے“ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے سے وہ دوسرا شخص بری الذمہ نہیں ہوگا، ورنہ اس کو اس کا ثواب ملے گا اس لئے کہ جو شخص روزہ رکھ کر یا نماز پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے تو اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے، اور یہ بات بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دو موٹے تازے مینڈھے قربانی میں ذبح کیے تھے، ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ میری والدہ محترمہ (اپنی زندگی میں) صدقہ کرنے کو پسند کرتی تھی کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں (ضرور) صدقہ کیجئے، اور اسی بات پر رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر آج تک پوری امت کا عمل رہا ہے، کہ وہ قبروں کی زیارت کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا اَلْاَصْلُ فِی الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ حَجًّا اَوْ صَلَاةً اَوْ صَوْمًا اَوْصَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا کَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْکَارِ فَاِذَافَعَلَ شَیْئًا مِّنْ هٰذَا وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ جَازَ وَیَصِلُ اِلَیْهِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ(مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ،باب الملاحم)

ترجمہ: اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے چاہے وہ عمل حج ہو، یا نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو، یا اسکے علاوہ کوئی اور عمل ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ جب ان اعمال میں سے کوئی عمل کیا جائے، تو اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

سکتا ہے، البتہ نام ونمود، رسم ورواج اور مروجہ بدعات سے بچتے ہوئے قبرستان بھی کبھی کبھار چلا جایا کرے، تو زیادہ اچھا ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ حدیث میں کبھی کبھی قبرستان جانے کی ترغیب آئی ہے، اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور عبرت وفکر پیدا ہوتی ہے۔ ۱

دوم مرنے والوں کا یہ زندہ متعلقین پر ایک حق بھی ہے، اور ان کو اس سے انسیت ہوتی ہے، اور جمعرات جمعہ کو (نیز سوموار کو بھی) اعمال کی پیشی کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ ۲

اس لیے ان دنوں میں کچھ زیادہ اہتمام سے ایصال ثواب کرلے تو کوئی حرج نہیں، بعض روایات سے جمعہ کے دن اور رات میں زیارتِ قبور کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ ۳

لیکن اس کا ایسا التزام بھی نہ کرے جیسا کہ فرض واجب کا کیا جاتا ہے، کہ اس طرح کا عملی التزام، بھی غیر

---

۱ فَاتَّفَقَتْ نُصُوْصُ الشَّافِعِیْ وَالْاَصْحَابِ عَلیٰ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ لِلرِّجَالِ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ وَهُوَ قَوْلُ الْعَامَّةِ كَافَّةً نَقَلَ الْعَبْدَرِیُّ فِيْهِ اِجْمَاعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَلِيْلُهٗ مَعَ الْاِجْمَاعِ اَلْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ الْمَشْهُوْرَةُ (المجموع شرح المهذب جلد۵ ،زيارة القبور للرجال)

ترجمہ: ''امام شافعی اور ان کے اصحاب کی نصوص اس بات پر متفق ہیں کہ مَرد حضرات کو زیارتِ قبور مستحب ہے، اور سب علماء کا یہی قول ہے؛ عبدری نے اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے اور اس کی دلیل اجماع کے ساتھ صحیح اور مشہور احادیث ہیں'' (ترجمہ ختم)

۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا اَوْ اُرْكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا (صحيح مسلم حديث نمبر ۴۶۵۴ واللفظ لهٗ ،مؤطا امام مالک حيث نمبر ۱۴۱۵ ، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ۵۷۵۹، صحيح ابنِ خزيمه حديث نمبر ۱۹۴۲ ، كنزالعمال ج ۳ رقم حديث ۷۴۵۲)

ترجمہ: لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کے دن، پس ہر مومن بندہ کی مغفرت کردی جاتی ہے، سوائے اس بندے کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو، ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ صلح کرلیں (ترجمہ ختم)

۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا (مجمع الزوائد ج ۳ رقم حديث ۴۳۱۲ بحواله طبرانی فی الاوسط والصغير وفيه عبدالكريم ابوامية وهوضعيف، ورواه البيهقيی فی شعب الايمان بسند آخر)

ترجمہ: ''جس نے ہر جمعہ کے دن اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور وہ فرمانبردار لکھا جاتا ہے'' (ترجمہ ختم)

اَلسَّادِسُ وَالسَّبْعُوْنَ: زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا (اللمعة فی خصائص يوم الجمعة، باب كون الرائحين الى الجمعة كسبعين موسى)

ترجمہ: جمعہ کی چھہترھویں خصوصیت: جمعہ کے دن اور رات میں (بطور خاص والدین کی) زیارتِ قبور کرنا ہے (ترجمہ ختم)

لازم چیزوں میں کئی دفعہ بدعت بن جاتا ہے، خصوصاً عوام کے فسادِ عقیدہ اور دینی امور میں غلو اور افراط و تفریط کے سبب وہ پھر مستحب و جائز چیزوں کو ان کے حدود میں نہیں رہنے دیتے، یا تو ان کو فرض واجب بنا کر چھوڑتے ہیں، اور اس پر لڑتے مرتے، بحث مباحثہ اور کٹ حجتی کرتے ہیں، یا پھر اور طرح طرح کی بدعات ان مستحب وفضیلت والے اعمال میں داخل کر کے ان کی اصل حیثیت کو بالکل بدل کے رکھ دیتے ہیں، پھر اپنی خرابیوں کی وجہ سے اہلِ علم ان مروج ایصالِ ثواب کے رسمی طریقوں سے منع کرتے ہیں، ورنہ ان رسومات و بدعات اور خرابیوں سے بچ کر ایصالِ ثواب کی مختلف صورتوں کو اختیار کیا جائے تو اس کے اچھا عمل ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (آرٹ پیپر) -/50 روپے

جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی 051-5507270-55075030

پیارے بچو! بنتِ فاطمہ

وعدہ

پیارے بچو! پہلے زمانوں میں مسلمان زبان کے بہت سچے ہوتے تھے، جو وعدہ بھی کرتے تھے، اُسے ضرور پورا کرتے تھے، بلکہ مسلمان بادشاہ بھی وعدہ پورا کرتے تھے۔آج ہم آپ کو ایسے ہی ایک مسلمان بادشاہ کا واقعہ سُناتے ہیں، جو بہت زیادہ بہادر ہونے کے باوجود وعدہ پورا کرتے تھے۔

بچو! ہرمزان ملک ایران کے ایک صوبے کا گورنر تھا، اور بہت بہادر آدمی تھا، مگر مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، کئی بار مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا، مگر کبھی گرفتار نہیں ہوتا تھا۔

اس زمانے میں حضرت عمر فاروق مسلمانوں کے خلیفہ تھے، انہوں نے حکم دے رکھا تھا کہ ہرمزان جب گرفتار ہو، تو فوراً اُسے اُن کی خدمت میں پہنچا دیا جائے، وہ خود اسے سزا دیں گے۔

یہ حکم تمام مسلمان سپاہیوں کو معلوم تھا، اور وہ اسے گرفتار کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

ایک بار ہرمزان کی فوج کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ ہوا، ہرمزان اس مقابلہ میں بُری طرح ناکام ہو گیا، اس کے سپاہی میدان سے بھاگنے لگے، وہ بھی جان بچا کر بھاگ رہا تھا کہ ایک مسلمان سپاہی نے اسے دیکھ لیا، وہ سپاہی اس کے پیچھے دوڑا، دونوں میں لڑائی ہوئی، ہرمزان کی کوشش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے قلعے میں پہنچ جائے، لیکن مسلمان سپاہی نے اسے بھاگنے کا موقعہ نہ دیا، اور اُسے گرفتار کرلیا۔

خلیفہ حضرت عمر فاروق کا حکم یہ تھا کہ ہرمزان کو اُن کی خدمت میں پہنچایا جائے، اس لئے ایسا ہی کیا گیا۔

ہرمزان بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ کسی طرح بھی زندہ نہیں بچ سکے گا، کیونکہ وہ مسلمانوں کو بہت تنگ کر چکا تھا۔

حضرت عمر نے ہرمزان کو دیکھا تو پوچھا کہ کیا تم ہی وہ شخص ہو جس نے مسلمانوں کو تنگ کیا ہوا تھا، ہرمزان نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی وہ شخص ہوں۔اس کے بعد خلیفہ نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ تم نے ہمیں بہت تکلیف دی ہے، اس لئے ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔

ہرمزان نے جواب دیا کہ مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے، اور میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں، مگر سزا سے پہلے میری ایک خواہش ہے۔حضرت عمر نے پوچھا کہ کون سی خواہش ہے؟

اس نے جواب دیا کہ ایک پیالہ پانی پینا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر نے کسی کو پانی لانے کے لئے کہا۔ فوراً ہی پانی سے بھرا پیالہ آ گیا، اور ہرمزان کے ہاتھ میں دے دیا گیا، حضرت عمر نے کہا کہ لو اپنی پیاس بجھا لو۔

ہرمزان نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا، لیکن اُسے ہونٹوں سے نہ لگایا، اور کچھ سوچنے لگا۔

حضرت عمر نے پوچھا کہ تم نے پانی مانگا تھا، وہ تمہیں دے دیا گیا ہے، اب پیتے کیوں نہیں ہو؟ پیالہ ہاتھ میں لے کر کیا سوچ رہے ہو؟ وہ بولا مجھے ایک بات کی فکر ہے۔

پوچھا کس بات کی فکر ہے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے اس بات کی فکر ہے کہ اِدھر میں پیالہ ہونٹوں سے لگاؤں گا، اور اُدھر آپ مجھے سزا دیدیں گے، پانی پیوں تو کس طرح پیوں؟

حضرت عمر نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، جب تک تم یہ پانی نہیں پی لو گے، تمہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی، وہ بولا، آپ وعدہ کریں۔ حضرت عمر نے کہا کہ ٹھیک ہے۔

ہرمزان نے یہ سُنتے ہی فوراً پیالے کا سارا پانی زمین پر گرادیا، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے پانی پینے کے لئے مانگا تھا، اسے زمین پر کیوں بہادیا؟ وہ بولا کہ آپ وعدہ کر چکے ہیں کہ جب تک میں پیالے کا پانی نہیں پیوں گا، مجھے سزا نہیں دی جائے گی۔ اب یہ پانی میں کبھی نہیں پی سکتا۔ فرمایئے! اب آپ کا کیا حکم ہے؟ کیا آپ اپنا وعدہ پورا کریں گے، یا مجھے سزا دیں گے؟

حضرت عمر نے کہا کہ تم نے اپنی جان بچانے کے لئے ہم سے وعدہ لیا تھا، اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعدہ توڑنے سے منع کیا ہے، اس لئے میں اپنا وعدہ پورا کروں گا، تم آزاد ہو، اپنے گھر جانے سے تمہیں کوئی نہیں روک سکتا، جاؤ میرے سپاہی تمہیں تمہارے وطن تک پہنچادیں گے۔

خلیفہ کا حکم سب کو معلوم ہوگیا، اور ہرمزان سب کے سامنے اپنے وطن کو روانہ ہوگیا۔

بچو! حضرت عمر نے ہرمزان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، وہ اُسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد ہرمزان حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنی پچھلی تمام حرکتوں سے معافی مانگی، اور پھر مسلمان ہوگیا۔

بچو! تم نے دیکھا کہ وعدہ پورا کرنے کا اتنا بڑا فائدہ ہوا کہ مسلمانوں کے ایک بڑے دشمن نے مسلمانوں کے وعدہ پورا کرنے سے متأثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ جب بھی ہم کوئی وعدہ کریں، تو اُسے ضرور پورا کریں، وعدہ پورا کرنے سے اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے، اور ہم کامیاب ہوں گے۔

بزمِ خواتین

مفتی محمد یونس

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

عدت کے احکام (قسط ۷)

معزز خواتین! شوہر کے فوت ہونے پر جو عدت لازم ہوتی ہے اس کا آغاز شوہر کے فوت ہونے کے وقت سے ہوتا ہے۔

مسئلہ......اگر شوہر کی وفات کا وقت یقینی طور پر معلوم ہو تو اسی وقت سے عورت کو عدت کے شرعی احکام پر عمل شروع کر دینا چاہیے، لیکن بعض اوقات کسی عورت کا شوہر اس سے دور کچھ دنوں تک زندگی اور موت کی کشمکش میں رہ کر فوت ہو جاتا ہے، اور عورت کو بعد میں اس کی وفات کی اطلاع کسی واسطے سے پہنچتی ہے، ایسی صورت میں اگر اس کے وقتِ انتقال کا ٹھیک وقت عورت کو معلوم ہو جائے تب تو اسی وقت سے عدت کا شمار کیا جائے گا، لیکن اگر شوہر کے وقتِ انتقال کے بارے میں اطلاع دینے میں اختلاف ہو، کوئی کچھ وقت بتاتا ہو اور دوسرا کوئی اور وقت بتاتا ہو تو ایسی صورت میں جس وقت شوہر کے فوت ہونے کا عورت کو یقین ہو جائے اسی وقت سے اپنی عدت شمار کرے۔ [۱]

مسئلہ......اگر کسی عورت کا شوہر کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں رہتا ہو اور اس کو کوئی معتبر شخص یہ اطلاع دے کہ تمہارا شوہر فوت ہو گیا ہے یا اس نے تمہیں تین طلاقیں دے دی ہیں، یا عورت تک اپنے شوہر کی تین طلاقوں والی تحریر پہنچ جائے اور عورت کو غالب گمان یا یقین ہو کہ یہ تحریر میرے شوہر ہی کی ہے تو ایسی صورت میں اگر عورت اپنی عدت پوری کر کے شرعی اصولوں کے مطابق دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں۔ [۲]

---

[۱] قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: تحت(قوله و مبدء العدة بعد الطلاق و الموت) یعنی ابتداء عدة الطلاق من وقته و ابتداء عدة الوفات من وقتها (البحر الرائق شرح كنز الدقائق باب العدة)
وفیه ایضاً: وفی الكافی للحاكم و غایة البیان اذا اتاها خبر موت زوجها و شكت فی وقت الموت تعتد من الوقت الذی تستیقن فیه بموته لان العدة یوخذ فیها بالاحتیاط و ذلک فی العمل بیقین(البحر الرائق ج۴ ص ۱۴۴)

[۲] آج کل چونکہ ہمارے ہاں نکاح نامہ پر کر کے نکاح کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے نکاح کی قانونی حیثیت ہوتی ہے، اور پھر آج کل دھوکہ دہی اور جعل سازی بھی عام ہے، نیز تیز ترین ذرائع ابلاغ کے واسطے سے دور دراز رہنے والوں کی حالت سے باخبر ہونا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ......اگر کوئی عورت کسی مرد سے یہ کہے کہ میں فلاں شخص کی بیوی تھی، اور اس نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی گذر چکی ہے تو اس مرد کے اس عورت سے شادی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۱

مسئلہ......میاں بیوی کے ایک دوسرے سے فقط جدا رہنے سے شرعاً نکاح ختم نہیں ہوتا، خواہ کتنے لمبے عرصے کے لیے ہی جدا کیوں نہ رہے ہوں۔

بلکہ جب نکاح ختم ہونے کا کوئی سبب (مثلاً طلاق، خلع، میاں بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال) پایا جائیگا تب نکاح ختم ہوگا۔

اور نکاح ختم ہونے پر ہی عدت کی ابتدا ہوگی، اور پھر شرعی اصولوں کے مطابق عدت شمار کرنی ہوگی۔

لہٰذا اگر کوئی میاں بیوی کئی سالوں سے الگ الگ رہ رہے ہوں، خواہ کسی ناراضگی یا رنجش کی بنیاد پر الگ الگ رہ رہے ہوں، یا راضی خوشی اور پھر شوہر طلاق دے دے یا فوت ہوجائے، تو اب شوہر کی وفات یا طلاق سے عدت شمار کی جائے گی، اور طلاق و وفات سے پہلے میاں بیوی کے الگ رہنے کی وجہ سے عدت ساقط نہ ہوگی۔ ۲

﴿بقیہ صفحہ ۸۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بھی مشکل نہیں ہے، اس لیے ایسی صورت میں عورت کو اپنے شوہر کی وفات اور طلاق کے بارے میں از خود یا سرپرستوں کے ذریعے تحقیق کرا کے پورا اطمینان حاصل کر لینا چاہیے، اور قانونی خلاف ورزیوں سے بچتے ہوئے، دوسری جگہ نکاح کا اقدام کرنا چاہیے۔

ولو أن امرأة أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثا أو كان غير ثقة وأتاها بكتاب من زوجها بالطلاق ولا تدرى أنه كتابه أم لا إلا أن أكثر رأيها أنه حق فلا بأس أن تعتد وتتزوج(الجوهرة النيرة، كتاب العدة)

۱ البتہ اس میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) اس شخص کو اس عورت کی بات کی سچائی کا یقین یا کم از کم غالب گمان ہو جائے۔

(۲) جس وقت وہ عورت طلاق دینا بتاتی ہو اس وقت سے لے کر اب تک جتنا وقت گذر چکا ہے اس میں شرعی اصولوں کے مطابق عدت پوری ہو جانے کا امکان ہو۔

(۳) دھوکہ دہی، جعلسازی اور غلط بیانی نہ ہونے کا اطمینان ہو۔

(۴) قانونی تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا ہو۔

وكذا لوقالت امرأة لرجل طلقنى زوجى وانقضت عدتى لاباس ان يتزوجها(الجوهرة النيرة،كتاب العدة)

قالت لرجل آخر: انقضت عدتى من فلان والمدة تحتمله جاز له تزوجها اذا غلب على ظنه صدقها(فتح القدير ، باب الايمان فى الطلاق)

۲ قال العلامة علاؤ الدين الحصكفى رحمه الله :(ومبدأ العدة بعد الطلاق و)بعد(الموت) على الفور(الدر المخار مع ردالمحتار، ج۳ص ۵۲۰)(ملاحظه هو : فتاوىٰ حقانية، ج۴ص ۵۳۸)

آپ کے دینی مسائل کا حل "

ادارہ

وتروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنے کی تحقیق

وتروں کے بعد نوافل پڑھنے اور بطورِ خاص دو رکعت کے بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں اہلِ علم اور عوام میں بحث ومباحثہ رہتا ہے، اور رمضانُ المبارک میں اس کی اہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں سوال جواب سامنے آتے ہیں۔

بندہ نے اس موضوع پر تفصیلی مضمون تحریر کیا تھا، جس کا ضروری حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا منقول ہے، جن میں سے بعض روایات میں ان دو رکعتوں کو بیٹھ کر پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ ل

ل عَنْ أَبِی سَلَمَةَ، قَالَ :سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ :كَانَ يُصَلِّی ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّی ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُوتِرُ، ثُمَّ يُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ، ثُمَّ يُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (مسلم ،حدیث نمبر ۷۳۸)

حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ :كَانَ يُصَلِّی ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يُوتِرُ، ثُمَّ يُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يَرْكَعُ، وَيُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ (صحيح ابن حبان،حديث نمبر ۲۶۳۴، ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمَرْءِ أَنْ يُصَلِّیَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ فِی عَقِبِ تَهَجُّدِهِ بِاللَّيْلِ سِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرطهما .وأخرجه النسائی فی "الكبرى "كما فی "التحفة " ۱۲/۱۷۳عن إسحاق بن إبراهيم، بهذا الإسناد.وأخرجه بنحوه البغوی(۹۶۴)من طريق يزيد بن هارون، عن هشام، به .وأخرجه مسلم(۱۲۶)(۷۳۸)فی صلاة المسافرين :باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی صلى الله عليه وسلم فی الليل، وأبو داود(۱۳۴۰)فی الصلاة :باب فی صلاة الليل، والنسائی ۳/۲۵۱فی قيام الليل :باب إباحة الصلاة بين الوتر وبين ركعتی الفجر، من طرق عن يحيى بن أبی كثير، به نحوه .وأخرجه بنحوه البخاری(۱۱۵۹) فی التهجد :باب المداومة على ركعتی الفجر، وأبو داود(۱۳۶۱)فی الصلاة : باب فی صلاة الليل، من طريق عراک بن مالک، عن أبی سلمة، عن عائشة (حاشية صحيح ابن حبان)

عَنْ أَنَسٍ ,أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّی بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِی الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَإِذَا زُلْزِلَتْ ,وَفِی الْأُخْرَى بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ .قَالَ لَنَا أَبُو بَكْرٍ :هَذِهِ سُنَّةٌ تَفَرَّدَ بِهَا أَهْلُ الْبَصْرَةِ وَحَفِظَهَا أَهْلُ الشَّامِ(سنن دارقطنی،حديث نمبر ۱۷۰۲)

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّی رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ، وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا إِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ(المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۸۰۶۵)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّی بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ(المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۸۵۹)

ان دو رکعتوں کے بارے میں محدثین اوراہلِ علم کی آراء مختلف ہیں۔

بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کے بعد کی ان دو رکعتوں کو عام نفل یا تہجد کی نماز کے بجائے فجر کی سنتیں ہونا قرار دیا ہے۔ [1]

اور بعض حضرات نے وتر کے بعد نفل کی دو رکعت کو منسوخ قرار دیا ہے، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ وتروں کا رات کی آخری نماز ہونا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری سنت ہے، اور وتروں کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھنے کا عمل پہلے کا ہے۔ [2]

---

[1] وإذا كـان هـذه الأمور موجودة وأمكن التمسک بها تعين المصير إلى الترجيح ويتأيد بما ذكره البيهقى فيبـقـى الأمـر على ظاهره، ويتعين القصد إلى جعل آخر الصلاة بالليل وتراً .فإن قيل احتمال كونهما ركعتى الـفجر بعيد، لأنه لم ينقل أنه صلى الرواتب جالساً.قلنا :قـد ورد ما يدل على أن المراد بصلاتهما جالساً إنما هـو حـال القراءة فيهما فقد أخرج ابن خزيمة فى (صحيحه) مـن طريق يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة عن عـائشة رضـى الـلـه عـنهـا أنهـا سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :(كـان يصلى ثلاث عشـرة، يصلى ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلى ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع) وهذه الزيادة تـقيـد الـروايـات الـمـطـلقة عن عائشة رضى الله عنها وهى صحيحة الإسناد فتعين المصير إلى ما دلت عليه وذلک بحمل المطلق على المقيد .وقـد ثبت فى الصحيح أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى النافلة قاعداً، وأنـه قـال لـعبـد الله بن عمرو لما سأله عن ذلک، وذكر له حديث صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم قال:(أجل ولكنى لست كأحدكم) فـعـرف أنه يختص بكون صلاته النافلة عن قعود يقع له ثوابها تاماً لا على الـنـصف كـغيـره مـمـن يصلى النافلة عن قعود بلا عذر، فلو حمل صلاة الركعتين اللتين بعد الوتر جالساً فى جـميـعها لم يقدح فى كونهما راتبة الفجر .وقـد جنح القرطبى فى (المفهم) إلـى أن المراد بالركعتين اللتين صـلاهما بعد الوتر ركعتا الفجر، قال:)(وقـول عـائشة رضى الله عنها ثم يصلى ركعتين بعدما يسلم معناه أنه كـان يسـلـم من وتره وهو قاعد، وأرادت بذلک الإخبار بمشروعية السلام، ولم ترد أنه صلى ركعتى الفجر فتهجد) انتهى، ولا يخفى تعسفه(كشف الستر عن حكم الصلاة بعد الوتر لابن حجر، ص٧٤تا٧٦)

[2] عَنْ أَبِى سَلَمَةَ ,عَنْ عَـائِشَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ " :كَـانَ رَسُـولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ,مِنْهَا رَكْعَتَانِ ,وَهُوَ جَالِسٌ ,وَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ ,فَذٰلِکَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً "فَـقَدْ وَافَقَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا حَدِيثَ أَحْمَدَ بْنِ دَاوُدَ وَقَوْلُهَا يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِى قَبْلَ صَلَاةِ الـصُّبْـحِ وَهُـمَا الرَّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ فِى حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَقَوْلُهَا يُـصَلِّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِى قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمَا الرَّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُد فِى حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (شرح معانى الآثار،حديث نمبر ١٦٧٨، كتاب الصلاة، باب الوتر)

قـولهـا كـان يـصـلى ثلاث عشرة ركعة يصلى ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلى ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يـركـع قـام فـركع ثم يصلى ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح هذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعى وأحمد فيما حكاه القاضى عنهما فأباحا ركعتين بعد الوتر جالسا وقال أحمد لا أفعله ولا أمنع من فعله قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ وتابعین سے فی الجملہ وتروں کے بعد دونوافل کا پڑھنا ثابت ہے، اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں، اور نفل نمازوں کے لئے یہ مکروہ وقت بھی نہیں، اس لئے راجح یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأنكره مالك قلت الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما صلى الله عليه وسلم بعد الوتر جالسا لبيان جواز الصلاة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالسا ولم يواظب على ذلك بل فعله مرة أو مرتين أو مرات قليلة ولا تغتر بقولها كان يصلى فإن المختار الذى عليه الأكثرون والمحققون من الأصوليين أن لفظة كان لا يلزم منها الدوام ولا التكرار وإنما هى فعل ماض يدل على وقوعه مرة فإن دل دليل على التكرار عمل به وإلا فلا تقتضيه بوضعها وقد قالت عائشة رضى الله عنها كنت أطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم لحله قبل أن يطوف ومعلوم أنه صلى الله عليه وسلم لم يحج بعد أن صحبته عائشة إلا حجة واحدة وهى حجة الوداع فاستعملت كان فى مرة واحدة ولا يقال لعلها طيبته فى إحرامه بعمرة لأن المعتمر لا يحل له الطيب قبل الطواف بالإجماع فثبت أنها استعملت كان فى مرة واحدة كما قاله الأصوليون وإنما تأولنا حديث الركعتين جالسا لأن الروايات المشهورة فى الصحيحين وغيرهما عن عائشة مع روايات خلائق من الصحابة فى الصحيحين مصرحة بأن آخر صلاته صلى الله عليه وسلم فى الليل كان وترا وفى الصحيحين أحاديث كثيرة مشهورة بالأمر بجعل آخر صلاة الليل وترا منها اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا وصلاة الليل مثنى مثنى فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة وغير ذلك فكيف يظن به صلى الله عليه وسلم مع هذه الأحاديث وأشباهها أنه يداوم على ركعتين بعد الوتر ويجعلهما آخر صلاة الليل وإنما معناه ما قدمناه من بيان الجواز وهذا الجواب هو الصواب وأما ما أشار إليه القاضى عياض من ترجيح الأحاديث المشهورة ورد رواية الركعتين جالسا فليس بصواب لأن الأحاديث إذا صحت وأمكن الجمع بينها تعين وقد جمعنا بينها ولله الحمد(شرح النووى علىٰ مسلم ج٦ ص ٢١، ٢٢، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل)

واستدل بهذا على أنه لا صلاة بعد الوتر وقد اختلف السلف فى ذلك فى موضعين أحدهما فى مشروعية ركعتين بعد الوتر عن جلوس والثانى فيمن أوتر ثم أراد أن يتنفل فى الليل هل يكتفى بوتره الأول وليتنفل ما شاء أو يشفع وتره بركعة ثم يتنفل ثم إذا فعل ذلك هل يحتاج إلى وتر آخر أو لا فأما الأول فوقع عند مسلم من طريق أبى سلمة عن عائشة أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلى ركعتين بعد الوتر وهو جالس وقد ذهب إليه بعض أهل العلم وجعلوا الأمر فى قوله اجعلوا آخر صلاتكم من الليل وترا مختصا بمن أوتر آخر الليل وأجاب من لم يقل بذلك بأن الركعتين المذكورتين هما ركعتا الفجر وحمله النووى على أنه صلى الله عليه وسلم فعله لبيان جواز التنفل بعد الوتر وجواز التنفل جالسا وأما الثانى فذهب الأكثر إلى أنه يصلى شفعا ما أراد ولا ينقض وتره عملا بقوله صلى الله عليه وسلم لا وتران فى ليلة وهو حديث حسن أخرجه النسائى وابن خزيمة وغيرهما من حديث طلق بن على (فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ ص ٤٨٠، ٤٨١،قوله باب الصلاة قبل العيد وبعدها)

وهذا الأمر للاستحباب ,فيستحب للرجل أن يوتر آخر الليل إن وثق بالانتباه، وان يجعله آخر جميع صلاته.

وأما ما روى عنه -عليه السلام -أنه كان يداوم على ركعتين بعد الوتر، ويجعلهما آخر صلاة الليل، فالمراد منه :بيان الجواز، وقد تكلمنا فى هذا المقام مستوفى(شرح ابى داوٗد للعينى، ج٥ ص ٣٥٠، كتاب الصلاة، باب فى وقت الوتر)

ہے کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنا جائز درجہ کا عمل ہے۔ ۱

اور اگرچہ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنے کی روایات کی وجہ سے وتروں کے بعد دو رکعت اور ان کو بھی بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب قرار دیا ہے، لیکن اکثر محدثین وفقہائے کرام وتروں کے بعد دو رکعتوں کے پڑھنے کو جائز تو قرار دیتے ہیں، مگر ان کے سنت ومستحب ہونے کے قائل نہیں۔

---

۱ فَهَـذَا رَسُـولُ اللَّـهِ صَـلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَطَوَّعَ بَعْدَ الْوِتْرِ بِرَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ نَاقِضًا لِوِتْـرِهِ الْـمُتَـقَـدِّمِ ، فَهَـذَا أَوْلَى مِمَّا تَأَوَّلَهُ أَهْلُ الْمَقَالَةِ الْأُولَى وَادَّعَوْهُ مِنْ مَعْنَى حَدِيثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ رَسُـولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ) مَعَ أَنَّ ذَلِكَ أَيْضًا لَيْسَ بِهِ خِلَافٌ عِنْدَنَا لِهَذَا ، لِأَنَّهُ قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ وِتْرُهُ يَنْتَهِي إِلَى السَّحَرِ ثُمَّ يَتَطَوَّعُ بَعْدَهُ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ .

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ :يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ تَيْنِكَ الرَّكْعَتَانِ هُمَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ ، فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ قِيلَ لَهُ :لَا يَـجُوزُ ذَلِكَ مِنْ جِهَتَيْنِ أَمَّا أَحَدُهُمَا :فَلِأَنَّ سَـعْـدَ بْـنَ هِشَامٍ إِنَّمَا سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُـولِ اللَّـهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ ، فَكَانَ ذَلِكَ مِنْهَا جَوَابًا لِسُؤَالِهِ وَإِخْبَارًا مِنْهَا إِيَّاهُ ، عَنْ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ كَيْفَ كَانَتْ .وَالْجِهَةُ الْأُخْرَى :أَنَّـهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ جَالِسًا ، وَهُوَ يُطِيقُ الْقِيَامَ ؛ لِأَنَّهُ بِذَلِكَ تَارِكٌ لِقِيَامِهَا ، وَإِنَّمَا يَجُوزُ أَنْ يُصَلِّيَ قَاعِدًا وَهُوَ يُطِيقُ الْقِيَامَ مَا لَهُ أَنْ لَا يُصَلِّيَهُ أَلْبَتَّةَ ، وَيَكُونُ لَهُ تَرْكُهُ ، فَهُـوَ كَـمَـا لَهُ تَرْكُهُ بِكَمَالِهِ ، يَكُونُ لَهُ تَرْكُ الْقِيَامِ فِيهِ .فَـأَمَّـا مَـا لَيْسَ لَهُ تَرْكُهُ فَلَيْسَ لَهُ تَرْكُ الْقِيَامِ فِيهِ .فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ تَيْنِكَ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَطَوَّعَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوِتْرِ كَانَتَا مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ ، وَفِي ذَلِكَ مَا وَجَبَ بِهِ قَوْلُ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْا بِالتَّطَوُّعِ فِي اللَّيْلِ بَعْدَ الْوِتْرِ بَأْسًا وَلَمْ يَنْقُضُوا بِهِ الْوِتْرَ(شرح معانی الآثار،کتاب الصلاۃ،بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْوِتْرِ)

عَنْ أَبِي مِـجْـلَـزٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْوِتْرِ ، إِلَّا رَكْعَتَيْنِ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۶۷۸۰،کتاب الصلاہ، باب فِي الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

حَـدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :سَـأَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ عَنْهُمَا عَطَاءً؟ فَقَالَ :أَنْتُـمْ تَفْعَلُونَهُمَا ؟ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۶۷۸۲ ،کتاب الصلاہ، باب فِي الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :إِنَ اسْـتَـطَـعْـتَ أَنْ لَا تُصَلِّي صَلَاةً إِلَّا سَجَدْتَ بَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ ، فَافْعَلْ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۶۷۸۳،کتاب الصلاہ، باب فِي الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

عَـنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :رَأَيْتُـهُ يَسْـجُـدُ بَـعْـدَ وَتْـرِهِ سَجْدَتَيْنِ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۶۷۸۴،کتاب الصلاہ، باب فِي الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

البيهقي وهو من الشافعية جنح إلى النسخ فقال :باب من قال يجعل آخر صلاته وتراً، وأن الركعتين بعد الوتر تـركتـا، ثـم سـاق حـديث ابن عمر رضي الله عنهما (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً) ثـم ساق حديث أبي إسحاق عن الأسود عن عائشة رضي الله عنها (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً) ثم ساق حديث (الأسود بن يزيد) أنـه دخـل عـلـى عائشة ليسألها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت) :(كان يصلي ثلاث عشرة ثم يصلي إحدى عشرة ركعة وترك ركعتين ثم قبض حتى قبض وهو يصلي من الليل تسع ركعات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی راجح ہے۔ ۱

خلاصہ یہ کہ مستحب اور افضل طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جتنے نوافل پڑھنا چاہے، وتر سے پہلے پڑھ لے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وآخر صلاته من الليل الوتر. أخرجه أبو داود عن مؤمل بن هشام عن إسماعيل بن إبراهيم عن منصور بن عبد الرحمن عن أبي إسحاق، وقد أخرجه ابن خزيمة في صحيحه عن مؤمل بن هشام بهذا الإسناد لكن قال عن مسروق بدل الأسود. قال البيهقي: وقول أبي داود أولى بالصواب(كشف الستر عن حكم الصلاة بعدا لوتر لابن حجر، ص ۷۲،۷۳)

(وعن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة) ، أي: مع شفع قبلها جمعا بينه وبين الأحاديث السالفة، (ثم يركع) ، أي: يصلي (ركعتين يقرأ فيهما وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع) : قال ابن حجر: لا ينافي ما قبله ;لأنه كان تارة يصليهما في جلوس من غير قيام، وتارة يقوم عند إرادة الركوع اهـ. ولعله كان كله قبل قوله -عليه الصلاة والسلام " :اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا "أو فعله لبيان الجواز(مرقاة، ج۳ص۹۵۷، كتاب الصلاة، باب الوتر)

عَنْ مُجَاهِدٍ ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ ؟ فَقَالَ: هَذَا شَيْءٌ قَدْ تُرِكَ(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۶۷۸۸ ،كتاب الصلاه، باب فِي الصَّلاَةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

وقد اختلف أهل العلم في الصلاة بعد الوتر فكان قيس بن عباد يقول: أقرأ وأنا جالس أحب إلي من أن أصلي بعدما أوتر ، وكان مالك بن أنس لا يعرف الركعتين بعد الوتر ، وقال الأوزاعي: إن شاء ركعة ، وقال أحمد بن حنبل: أرجو إن فعله إنسان لا يضيق عليه ، وقال أحمد: لا أفعله. قال أبو بكر: الصلاة في كل وقت جائزة إلا وقتا نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فيه ، والأوقات التي نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فيها وقت طلوع الشمس ، ووقت الزوال ، ووقت غروب الشمس ، والصلاة في سائر الأوقات طلق مباح ، ليس لأحد أن يمنع فيها إلا بحجة ، ولا حجة مع من كره الصلاة بعد الوتر ، فدل فعله هذا على أن قوله: اجعلوا آخر صلاتكم وترا على الاختيار لا على الإيجاب ، فنحن نستحب أن يجعل المرء آخر صلاته وترا ، ولا نكره الصلاة بعد الوتر ، وقائل هذا قائل بالخبرين جميعا(الاوسط لابن المنذر، تحت حديث رقم ۲۶۴۰)

(قوله: ولا يكره تهجد ولا غيره بعد وتر) هذا لا يفيد ندب ترك التنفل بعد الوتر ، وقد صرح به في العباب تبعا للمجموع ، والتحقيق كما بينه في شرحه فقال ويندب أن لا يتنفل بعد وتره (وصلاته صلى الله عليه وسلم ركعتين بعده جالسا) لبيان الجواز ا هـ وعبارة التحقيق بعد أن قال ولو أوتر ثم تهجد لم ينقضه ويقال نقضه أول قيامه بركعة ثم يوتر بعده ا هـ ما نصه ولو أوتر ثم أراد نفلا جاز بلا كراهة ويستحب أن لا يتعمد صلاة بعده ، وأما حديث مسلم (أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين بعد الوتر جالسا) ففعله لبيان الجواز والذي واظب عليه وأمر به جعل آخر صلاة الليل وترا ا هـ .(حاشية ابن قاسم العبادي على تحفة المحتاج في شرح المنهاج ، ج۲ص۲۲۸، ۲۲۹،كتاب الصلاة،باب في صلاة النفل)

۱ اور جنہوں نے اس کو بدعت و مکروہ قرار دیا، غالباً ان کی مراد بھی سنت و مستحب سمجھنے کی صورت میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ الْقَاسِمِ ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ ؟ فَحَلَفَ بِاللَّهِ إِنَّهُمَا لَبِدْعَةٌ(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۶۷۸۱ ،كتاب الصلاه، باب فِي الصَّلاَةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِي ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ؛ أَنَّهُ كَرِهَ الصَّلاَةَ بَعْدَ الْوِتْرِ(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۶۷۸۵ ،كتاب الصلاه، باب فِي الصَّلاَةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوروتر آخر میں پڑھے، اس کے بعد نوافل نہ پڑھے، اگر پڑھ لے، تو جائز ہے، مگر نہ تو دو رکعت کی تخصیص

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، قَالَ :لَأَنْ أَقْعُدَ بَعْدَ الْوِتْرِ فَأَقْرَأُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْوِتْرِ(مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ٦٧٨٦،كتاب الصلاه، باب فِي الصَّلَاةَ بَعْدَ الْوِتْرِ)

وقد جزم جماعة من أصحاب أحمد بأنهما سنة من آخرهم ابن تيمية وهو خلاف الراجح من المذاهب الثلاثة فى المشهور عنهم وأغرب ابن القيم صاحب ابن تيمية، فقال فى (الهدى النبوى) (معه على)الخلاف :والصواب أن هاتين الركعتين تجريان مجرى السنة وتكميل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة، ولا سيما عند من قال بوجوبه، فتجرى الركعتين مجرى سنة المغرب بعد المغرب، لأنه بسبب أنها (وتر) النهار، والركعتان بعدها تكميل لها فكذلك الركعتان بعد الوتر .انتهى .ولم أر له فيه سلفاً إلا ما سأذكره قريباً عن بعض الشافعية فى إضافته إياهما إلى الوتر(كشف الستر عن حكم الصلاة بعد الوتر لابنِ حجر،ص ٦٥)

وفى شرح الطيبى قال أحمد :لا أفعلهما ولا أمنع فعلهما .وأنكره مالك، قال النووى :هاتان الركعتان فعلهما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا لبيان جواز الصلاة بعد الوتر، وبيان جواز النفل جالساء ولم يواظب على ذلك، وأما رد القاضى عياض رواية الركعتين فليس بصواب ;لأن الأحاديث إذا صحت وأمكن الجمع بينها تعين، وقد جمعنا ثم قال :ولا تغتر بمن يعتقد سنية هاتين الركعتين ويدعو إليه لجهالته وعدم أنسه بالأحاديث الصحيحة(مرقاة المفاتيح ، ج٢ص ٩٤٢ ، كتاب الصلاة،باب الوتر)

وهذا الحديث محمول على أنه صلى الله عليه وسلم صلى الركعتين بعد الوتر بيانا لجواز الصلاة بعد الوتر ويدل عليه أن الروايات المشهورة فى الصحيحين عن عائشة مع رواية خلائق من الصحابة رضى الله عنهم فى الصحيحين مصرحة بأن آخر صلاة النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل كانت وترا وفى الصحيحين أحاديث كثيرة بالامر بكون آخر صلاة الليل وترا كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم "اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا وقد تقدم قريبا عن الصحيحين "كقوله صلى الله عليه وسلم "صلاة الليل مثنى مثنى فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة "روياه فى الصحيحين من رواية ابن عمر رضى الله عنهما فكيف يظن بالنبى صلى الله عليه وسلم مع هذه الأحاديث وأشباهها أنه كان يداوم على ركعتين بعد الوتر وإنما معناه ما ذكرناه أولا من بيان الجواز وإنما بسطت الكلام فى هذا الحديث لأنى رأيت بعض الناس يعتقد أنه يستحب صلاة ركعتين بعد الوتر جالسا ويفعل ذلك ويدعو الناس إليه وهذه جهالة وغباوة أنسه بالأحاديث الصحيحة وتنوع طرقها وكلام العلماء فيها فاحذر من الاغترار به واعتمد ما ذكرته أولا وبالله التوفيق(المجموع شرح المهذب ،ج٤ص ١٦ ، ١٧ ، باب صلاة التطوع)

وقال مولانا شيخ الهند محمود حسن رحمه الله تعالى :الركعتان مع الوتر ليستا قطعة من صلاة الليل، بل هما اللتان تصليان بعد الوتر قاعدا .وقد كان رحمه الله تعالى يجرى هذا الجواب فى حديث عروة أيضا .

قلت :أما الأحاديث فى الركعتين بعد الوتر فقد بلغت إلى الأربع وكلها صحاح، إلا أنى لم أختر هذا التوجيه، لأن مالكا رحمه الله تعالى أنكرهما ولم يخرج لهما فى موطئه شيئا، ورآه وهما مخالفا لقوله صلى الله عليه وسلم اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا فإنه صريح فى أن الوتر ينبغى أن يكون فى آخر صلاة الليل، وحينئذ لو سلم ثبوت الركعتين بعده لزم أن يكون الآخر هما هاتان، وتفوت آخرية الوتر والبخارى رحمه الله تعالى وإن أخرجهما فى كتابه إلا أنه لم يبوب على هذا اللفظ.وقد تحقق عندى :أن البخارى رحمه الله تعالى إذا يخرج لفظا ويكون فيه ضعف عنده لا يترجم عليها، فهذا أيضا دليل على ضعف فى المسألة عنده .ثم إن السلف أيضا كانوا مختلفين فيها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، اور نہ ہی ان نوافل کا وتر کے ساتھ تعلق ہے، بلکہ یہ عام جائز اوقات کی طرح کی نوافل ہیں (کذافی احسن الفتاویٰ ج۳ ص۵۰۶)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فحملها على هاتين الركعتين، وإن كان ممكنا في حديث ابن عباس رضي الله عنه، إلا أني تركته لما علمت آنفا .أما في حديث عروة فحملها على هاتين الركعتين مشكل، فإن عروة ممن ينكرهما رأسا كما هو في قيام الليل للمروزي، فهاتان غير ما في حديث عروة قطعا .إن أمكن حملهما عليهما في غير حديثه، إلا أني لما لم أحملهما في حديث عروة على الركعتين بعد الوتر لما علمت، وجعلتهما من صلاة الليل .لهذا المعنى أحببت أن تكون شاكلة الجواب في كلها واحدة، وإن أمكن الحمل عليهما في حديث ابن عباس رضي الله عنه(فيض الباري شرح البخاري، كتاب العلم، باب السمر في العلم)
والآن أتعرض إلى رواية عن عائشة ، قالت :كان يوتر بخمس لا يجلس إلا في آخرهن ، فقال المدرسون : إن ثلاثاً منها وتر وركعتين منها ركعتا النفل جالساً بعد الوتر .أقول :إن قطع الثلاث في حديث عائشة من الخمس متعيّن ولكن الركعتين لا أقول :إنهما اللتان يؤتى بهما جالساً بعد الوتر ، وجواب المدرسين نافذ بلا ريب فإن الركعتين جالساً بعد الوتر ثابتتان في الصحيحين أيضاً ولكني لا أرضى بهذا الجواب ، ووجه عدم الرضا هو أن مالكاً ينكر الركعتين جالساً بعد الوتر مع كون ثبوتهما في الصحيحين ، وسأل عنهما أحمد ؛ فقال :لا أصليهما ولو صلاهما أحد لا أنكر عليه ، وأما البخاري فأخرج حديثهما ولكنه لم يبوب عليهما ، وظني أن وجه عدم تبويبه هو عدم اختياره إياهما ، وأما الشافعي وأبو حنيفة فلم يرد عنهما فيهما شيء ، وأيضاً حديث عائشة حديث الباب عن عروة بن الزبير ، ولم أجد في رواية من روايات عروة الركعتين جالساً ، ولذا أنكرهما مالك فإنه أخرج حديث عائشة في موطأه بسند عروة ، فعندي أن الركعتين ركعتان قبل الوتر وإنما جمع الراوي بين الوتر وبين الركعتين قبل الوتر لعدم الوقفة الطويلة بينهما من وقفة النوم أو غيرها من وقفة الوضوء أو السواك أو أخرى ، وحمل الركعتين على هذا المحتمل عندي أقرب من حملهما على ما حمل المدرسون وأما قطع الثلاث من الخمس فمتيقن والتردد في محمل الركعتين وثبت الركعتان قبل الوتر في الخارج كما في الطحاوي عن أبي هريرة أن لا يكون الوتر خالياً عن شيء قبل الوتر فتم الجواب عن حديث الباب ، وأما حديث الباب عن عروة فأعلَّه مالك بن أنس كما نقل في شرح المواهب وأبو عمر في التمهيد ، وحديث الباب أخرجه مالك في موطأه وليست فيه هذه الزيادة وفي شرح المواهب أن هشاماً روى هذه الزيادة ، حين خرج من الحجاز إلى العراق فبلغت الزيادة ، مالك بن أنس فقال مالك :إن هشاماً حين ذهب إلى العراق نسمع منه أنه يروى أشياء منكرة(العرف الشذي ، ج ١ ص ٤٣٠)
ومنها ، الركعتان بعد الوتر ، فظاهر كلام أحمد أنه لا يستحب فعلهما ، وإن فعلهما إنسان جاز .قال الأثرم : سمعت أبا عبد الله يسأل عن الركعتين بعد الوتر ، قيل له :قد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجوه ، فما ترى فيهما ؟ فقال :أرجو إن فعله إنسان أن لا يضيق عليه ، ولكن يكون وهو جالس ، كما جاء الحديث .قلت :تفعله أنت ؟ قال :لا ، ما أفعله .وعدهما أبو الحسن الآمدي من السنن الراتبة .والصحيح أنهما ليستا بسنة ؛ لأن أكثر من وصف تهجد النبي صلى الله عليه وسلم لم يذكرهما ؛ من ذلك حديث ابن عباس ، وزيد بن خالد ، وعائشة ، فيما رواه عنهما عروة وعبد الله بن شقيق ، والقاسم ، واختلف فيه عن أبي سلمة ، وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم على تركهما . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورنوافل کا بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر کھڑے ہونے میں کوئی عذر نہ ہو، تو قولی احادیث کی رُو سے بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہوکر پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ووجه الجواز ، ما روى سعد بن هشام ، عن عائشة ، (أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى من الليل تسع ركعات ، ثم يسلم تسليما يسمعنا ، ثم يصلى ركعتين بعدما يسلم ، وهو قاعد ، فتلك إحدى عشرة ركعة) . وقال (أبو سلمة :سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :كان يصلى ثلاث عشرة ركعة ، يصلى ثمانى ركعات ، ثم يوتر ، ثم يصلى ركعتين وهو جالس ، فإذا أراد أن يركع قام فركع ثم يصلى ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح) . رواهما مسلم .وروى ذلك أبو أمامة أيضا ، وأوصى بهما خالد بن معدان ، وكثير بن مرة الحضرمى ، وفعلهما الحسن ، فهذا وجه جوازهما (المغنى لابنِ قدامة، ج۳ص ۳۲۱)

وَأَمَّا الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْوِتْرِ جَالِسًا ، فَقِيلَ :هُمَا سُنَّةٌ قَدَّمَهُ ابْنُ تَمِيمٍ ، وَصَاحِبُ الْفَائِقِ ، وَهُوَ مِنْ الْمُفْرَدَاتِ ، وَعَدَّهُمَا الْآمِدِيُّ مِنْ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ قَالَ فِي الرِّعَايَةِ :وَهُوَ غَرِيبٌ قَالَ الْمَجْدُ فِي شَرْحِهِ :عَدَّهُمَا بَعْضُ الْأَصْحَابِ مِنْ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ وَالصَّحِيحُ مِنْ الْمَذْهَبِ :أَنَّهُمَا لَيْسَتَا بِسُنَّةٍ ، وَلَا يُكْرَهُ فِعْلُهُمَا نَصَّ عَلَيْهِ اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ(الإنصاف للمرداوى، ج۲ ص ۱۸۰ ، كتاب الصلاة،بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ)

ويجوز فعل ركعتين بعد الوتر جالسا ولا يستحب فى قول الأكثر وعدها الآمدى من السنن الرواتب قال فى الرعاية وهو غريب(المبدع فى شرح المقنع، ج۲ ص ۱۲ ،باب صلاة التطوع)

احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

دراصل یہ نوافل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وتر کے بعد کبھی کبھار بیانِ جواز کے لئے پڑھے ہیں، اگرچہ بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جائیں، تاخیرِ وتر کی روایات، خصوصاً وہ روایات جن میں تاخیرِ وتر کا امر موجود ہے، مثلاً ''اجعلوا آخر صلاتکم من اللیل وترا'' وغیرہ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ غلط فہمی ہوسکتی تھی کہ وتر کو آخر الصلوات بنانا واجب ہے کما ہو مقتضی الامر، اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی سبق دے کر یہ سمجھا دیا کہ یہاں امر اولویّت اور استحباب کے لئے ہے، وجوب کے لئے نہیں (اعدل الانظار فی الشفع بعد الایتار، مشمولہ: احسن الفتاویٰ ج۳ص ۵۰۳)

۱؎ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ :سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَلَاةُ الْقَائِمِ أَفْضَلُ وَصَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (ابنِ خزيمه، حديث نمبر ۱۲۳۶)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ، وَصَلَاةُ النَّائِمِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَاعِدِ وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ النَّائِمِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَاعِدِ إِلَّا فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَإِنَّمَا يُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وُجُوهٍ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مسند البزار، حديث نمبر ۳۵۱۳)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى أُنَاسًا يُصَلُّونَ قُعُودًا، فَقَالَ :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات نوافل بیٹھ کر پڑھنا، تو اولاً تو بعض احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کو ضعف وکمزوری اور تعب وتھکن کی وجہ سے بیٹھ کرادا فرمایا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ صَلاۃُ الْقَاعِدِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلاۃِ الْقَائِمِ (ابنِ ماجه، حديث نمبر ۱۲۳۰، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا، بَابُ صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ)

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ :قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهِيَ مُحَمَّةٌ، فَحُمَّ النَّاسُ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ، وَالنَّاسُ قُعُودٌ يُصَلُّونَ .فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :صَلَاةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاةِ الْقَائِمِ، فَتَجَشَّمَ النَّاسُ الصَّلَاةَ قِيَامًا (مسند احمد، حديث نمبر ۱۲۳۹۵)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين .

عَنِ السَّائِبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۵۵۰۱)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح لغيره.

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، قَالَ :رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّي قَاعِدًا فَقَالَ :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ فَتَجَشَّمَ النَّاسُ الْقِيَامَ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۶۸۸)

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ، مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۵۸۴۹)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح لغيره.

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو -قَالَ سُفْيَانُ :أُرَاهُ -عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ (مسند احمد، حديث نمبر ۶۸۰۸)

فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

عنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ :صَلَاةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاةِ الْقَائِمِ (السنن الكبریٰ للنسائی، حديث نمبر ۱۳۷۲)

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَلَاةُ الْقَاعِدِ مِثْلُ نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۱۳۱۲۲)

عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ الْكَاهِلِيِّ، قَالَ :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ (مصنف ابن ابی شيبة، حديث نمبر ۴۶۷۲، باب صلاة القاعد عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ)

وَذَلِكَ عِنْدَنَا وَاللهُ أَعْلَمُ عَلَى الْمُصَلِّي تَطَوُّعًا قَاعِدًا وَهُوَ يُطِيقُ أَنْ يُصَلِّيَ قَائِمًا، فَيَكُونُ لَهُ بِذَلِكَ نِصْفُ مَا يَكُونُ لَهُ لَوْ صَلَّى قَائِمًا ,وَلَيْسَ هُوَ عَلَى صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَهُوَ لَا يُطِيقُ الْقِيَامَ، ذَلِكَ صَلَاتُهُ قَاعِدًا فِيمَا يُكْتَبُ لَهُ مِنَ الثَّوَابِ بِهَا كَصَلَاتِهِ إِيَّاهَا قَائِمًا ;لِأَنَّهُ هَاهُنَا قَدْ قَصَدَ إِلَى الْقِيَامِ وَقَصَّرَ بِهِ عَنْهُ فَاسْتَحَقَّ مِنَ الثَّوَابِ مَا يَسْتَحِقُّهُ لَوْ صَلَّاهَا قَائِمًا ,فَكَانَ إِذَا كَانَ يُطِيقُ الْقِيَامَ فَصَلَّى قَاعِدًا قَدْ تَرَكَ الْقِيَامَ اخْتِيَارًا فَلَمْ يُكْتَبْ لَهُ ثَوَابُهُ ,وَكُتِبَ لَهُ ثَوَابُ الْمُصَلِّي قَاعِدًا عَلَى صَلَاتِهِ كَذَلِكَ (شرح مشكل الآثار للطحاوی، تحت رقم حديث ۱۶۹۴، بَابٌ بَيَانُ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ الخ)

ہے۔ [1]

دوسرے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا عذر نوافل بیٹھ کر ادا کرنے کی صورت میں آدھا ثواب حاصل ہونے کے قاعدے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ تھے (کصوم الوصال) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نوافل ادا کرنے میں بھی پورا ثواب ہی حاصل ہوتا تھا۔

جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے، تو ان کو بلا عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی صورت میں آدھا ثواب ہی حاصل ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ :وَالَّذِی تَوَفَّی نَفْسَهُ تَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا تُوُفِّیَ حَتَّی كَانَتْ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ قَاعِدًا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَكَانَ أَعْجَبُ الْعَمَلِ إِلَيْهِ الَّذِی يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا (مسند احمد، حديث نمبر ۲۶۵۹۹)

عَنْ عَائِشَةَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكَانَ يُصَلِّی مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَجْدَةً، وَكَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ قَائِمًا، فَلَمَّا كَبُرَ وَثَقُلَ، كَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ قَاعِدًا (مسند احمد، حديث نمبر ۲۴۷۱۵)

[2] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ :حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، قَالَ :فَأَتَيْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّی جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدِی عَلَی رَأْسِهِ، فَقَالَ :مَا لَکَ؟ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ :حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَّکَ قُلْتَ :صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَی نِصْفِ الصَّلَاةِ، وَأَنْتَ تُصَلِّی قَاعِدًا، قَالَ :أَجَلْ، وَلَكِنِّی لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ(مسلم، حديث نمبر ۷۳۵)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی جَالِسًا قُلْتُ لَهُ حُدِّثْتُ أَنَّکَ تَقُولُ " :صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَی نِصْفِ صَلَاةِ الْقَائِمِ "؟ قَالَ " :إِنِّی لَيْسَ كَمِثْلِكُمْ (مسند احمد، حديث نمبر ۶۵۱۲)

فی حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح علی شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير هلال بن يساف، وأبی يحيی -وهو الأعرج، واسمه مصدع -فمن رجال مسلم.

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ :لاَ تُوَاصِلُوا قَالُوا :إِنَّکَ تُوَاصِلُ، قَالَ :لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّی أُطْعَمُ، وَأُسْقَی، أَوْ إِنِّی أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَی(بخاری، حديث نمبر ۱۹۶۱)

قال ابن حجر :ومحله فی غير نبينا صلی الله عليه وسلم، أما هو فمن خصائصه أن تطوعه غير قائم كهو قائما ;لأن الكسل مأمون فی حقه .قلت :كونه من الخصائص يحتاج إلی دليل آخر، وإلا فظاهر البشرية أنه يشارک نوعه، نعم هو مأمون من الكسل المانع عن العبادة المفروضة عليه، وأما أمنه من مطلق الكسل فمحل بحث مع أنه لا يلزم من عدم الكسل عدم الضعف والعذر أعم منهما ;إذ ثبت أنه تورمت قدماه من الصلاة فنزلت :(طه -ما أنزلنا عليک القرآن لتشقی) (طه: ۱،۲)أی :لتتعب، وقد روی الترمذی عن عائشة :أن النبی صلی الله عليه وسلم لم يمت حتی كان أكثر صلاته، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس آج کل جو بعض لوگ بغیر کسی عذر کے وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے کو سنت یا مستحب و افضل یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أی النـافلة وهو جالس ، وروى عنها أيضا أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا لم يصل بـالـليـل مـنعه من ذلك النوم، أو غلبته عيناه صلى من النهار اثنتى عشرة ركعة .وقد قال تعالى :(قل إنما أنا بشر مثلكم) (الكهف: ١١٠) فـلا بـد للتخصيص من دليل قاطع وإلا فالأصل مشاركته عليه الصلاة والسلام مـع أمتـه فـى الأحكام، نعم الحديث الآتى فى أول الفصل الثالث يدل على اختصاصه بأن ثوابه لا ينقص، وهو يـحتـمـل أنه أعم من أن يكون بعذر أو بغير عذر، ويحتمل أن يكون محمولا على أنه لم يصل قاعدا بغير عذر أبـدا، فلا يكون مثل غيره ;لأن غيـره قـد يـصـلـى قاعدا بغير عذر والله أعلم (مرقاة، جزء٣، صفحه ٩٣٦، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

(قلت :حدثت يا رسول الله) ، أى :حدثنى الناس (أنک قلت " :صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة ") :وكـذا هنا بلفظ " :على "("وأنـت تصلى قاعدا ") : ومـن الـمعلوم أن أعمالک لا تكون إلا على وجه الأكـمل وطريق الأفضل، فهل تحديثهم صحيح وله تأويل صريح أم لا؟ (قال " :أجل ") ، أى :نعم الحديث ثـابـت، أو نعم قد قلت ذلک .("ولـكـنى لست كأحد منكم ") : يـعـنـى هذا من خصوصياتى أن لا ينقص ثـواب صـلـواتى على أى وجه تكون من جلواتى، وذلک فضل الله يؤتيه من يشاء ، قال تعالى :(وكان فضل الله عليک عظيما(مرقاة ج٣ص ٩٣٩، كتاب الصلاة، باب القصد فى العمل)

فـإن قيل احتمال كونهما ركعتى الفجر بعيد، لأنه لم ينقل أنه صلى الرواتب جالساً .قلنا :قد ورد ما يدل على أن الـمراد بصلاتهما جالساً إنما هو حال القراء ة فيهما فقد أخرج ابن خزيمة فى (صحيحه) من طريق يحيى بـن أبـى كثيـر عـن أبى سلمة عن عائشة رضى الله عنها أنها سئلت عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت:(كان يصلى ثلاث عشرة، يصلى ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلى ركعتين وهو جالس فإذا أراد أن يركع قام فركع) وهـذه الـزيـادة تـقيـد الـروايات المطلقة عن عائشة رضى الله عنها وهى صحيحة الإسناد فتعين الـمصير إلى ما دلت عليه وذلک بحمل المطلق على المقيد .وقـد ثبت فى الصحيح أن النبى صلى الله عليه وسـلـم صلى النافلة قاعداً، وأنه قال لعبد الله بن عمرو لما سأله عن ذلک، وذكر له حديث صلاة القاعد على الـنصف من صلاة القائم قال:(أجـل ولكنى لست كأحدكم) فـعـرف أنه يختص بكون صلاته النافلة عن قعود يـقع له ثوابها تاماً لا على النصف كغيره ممن يصلى النافلة عن قعود بلا عذر، فلو حمل صلاة الركعتين اللتين بـعد الوتر جالساً فى جميعها لم يقدح فى كونهما راتبة الفجر .وقد جنح القرطبى فى (الـمفهم) إلى أن المراد بـالـركـعتين اللتين صلاهما بعد الوتر ركعتا الفجر، قال:(وقـول عـائشة رضى الله عنها(ثم يصلى ركعتين بعدما يسلم معناه أنه كان يسلم من وتره وهو قاعد، وأرادت بذلک الإخبار بمشروعية السلام، ولم ترد أنه صلى ركعتى الفجر فتهجد)انتهى، ولا يخفى تعسفه(كشف الستر عن حكم الصلاة بعد الوتر لابنِ حجر، ص۷۴تا۷۶)

(قـوله أجر غير النبى -صـلـى الله عليه وسلم -) أما النبى -صـلـى الله عليه وسلم -فـمن خصائصه أن نافلته قـاعـدا مـع القدرة على القيام كنافلته قائما؛ ففى صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قلت :حدثت يا رسول الله أنک قلت :صـلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة وأنت تصلى قاعدا، قال :أجل، ولكنى لست كأحد منكم بحر ملخصا :أى لأنـه تشريع لبيان الجواز؛ وهو واجب عليه(ردالمحتار، ج٢ ص٣٧، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(وعن عائشة قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

زیادہ ثواب کا باعث سمجھتے ہیں، یہ دلائل کے لحاظ سے راجح نہیں ہے۔ ۱

وهٰذا عندی آخر الکلام فی هٰذا المقام

فقط، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

محمد رضوان

۷/ربیع الآخر/۱۴۳۲ھ 13/مارچ/2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أی :مع شفع قبلها جمعا بینه وبین الأحادیث السالفة، (ثم یرکع) ، أی :یصلی (رکعتین یقرأ فیهما وهو جالس، فإذا أراد أن یرکع قام فرکع) : قال ابن حجر :لا ینافی ما قبله ;لأنه کان تارة یصلیهما فی جلوس من غیر قیام، وتارة یقوم عند إرادة الرکوع اهـ .ولعله کان کله قبل قوله -علیه الصلاة والسلام:اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا:أو فعله لبیان الجواز(مرقاة، ج۳ص۹۵۷، کتاب الصلاة، باب الوتر)
فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

اگر کھڑے ہوکر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا، اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ بیٹھ کر پڑھے ہیں، مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۷۱، مبوب بطرزِ جدید)

۱ اس سلسلہ میں چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں:

اس حدیث سے بالتخصیص ان نوافل بعد الوتر میں قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوا، رہا یہ کہ رکوع کے قبل جلوس فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قرائت طویل پڑھتے تھے، اور آخر عمر میں ضعف بڑھ گیا تھا، یہ جلوس اس عارض کی وجہ سے تھا، اور جب قربِ رکوع کا ہوتا تھا، چونکہ وہ عارض مرتفع ہوجاتا تھا تو پھر کھڑے ہوجاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصل میں قیام تھا، ورنہ جو لوگ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، وہ اس قیام کے بھی قائل نہیں، اور روایتِ مذکورہ کا اطلاق بھی اس کا مؤید ہے، غرض عوام بلکہ خواص میں جو اس کے خلاف مشہور ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں، اور بعض رسائل اردو فارسی میں جو لکھ دیا ہے، وہ کسی معتبر جگہ سے نقل نہیں کیا گیا (امداد الفتاویٰ جلد۱صفحہ۳۰۵)

اور ابنِ ماجہ اور امام احمد نے ''کان یصلیہا وہو جالس'' جو روایت کی ہے، ہمارے نزدیک یہ جلوس تعبداً نہ تھا، بلکہ بوجہ تکان وغیرہ کے تھا، اور ''کان'' ہمیشہ استمرار کے لئے نہیں ہوتا، جو دوام ثابت ہو (امداد الاحکام جلد۱، صفحہ۶۰۸)

یہ احادیثِ مبارکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتی ہیں، لہٰذا اصولِ ترجیح کے مطابق اس قاعدہ کو واقعہ جزئیہ پر ترجیح ہوگی، نیز یہ احادیث قولی ہیں، اور قولی کی ترجیح فعلی پر مسلّم ہے، لہٰذا ان میں تخصیص کی بجائے یہ زیادہ بہتر ہے کہ فعلی احادیث کو بیانِ جواز پر محمول کیا جائے، بالخصوص جبکہ آخری حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قعود میں بھی پورا ثواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، امت کے لئے وہی قاعدہ کلیہ ہے ''للقاعد نصف اجر القائم'' امام العصر حضرت گنگوہی اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرّ ہما کا بھی یہی فتویٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۰۱، امداد الفتاویٰ ج۱ص۳۰۳ تا ۳۰۵) حضرت مولانا محمد اسحاق کا بھی یہی مختار تھا ''کما فی ناشئۃ اللیل'' (حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ ص۳۰۱) (اعدل الانظار فی الشفع بعد الایتار، مشمولہ: احسن الفتاویٰ ج۳ص۵۰۷)

جائز دونوں طرح ہے، کھڑے ہوکر بھی، بیٹھ کر بھی، لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے، اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ثواب ملتا ہے، لہٰذا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد۷صفحہ۲۲۹)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

* 1 دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اچھے اور بُرے خواب (قسط۱۴)

خواب میں اذان کی مشروعیت

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

لَمَّا أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ فِي الْجَمْعِ لِلصَّلَاةِ طَافَ بِيْ وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ، فَقُلْتُ لَهٗ:يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ ؟ قَالَ:مَا تَصْنَعُ بِهٖ ؟ قَالَ: فَقُلْتُ:نَدْعُوْ بِهٖ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ:أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ ؟ قَالَ:فَقُلْتُ لَهٗ:بَلٰى، قَالَ:تَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ:تَقُوْلُ:إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ، فَقَالَ:إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ، فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ قَالَ: فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ، قَالَ:فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ يَقُوْلُ:وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أُرِيَ، قَالَ:فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۴۷۸)

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے طریقہ کار میں ناقوس بجانے کا حکم فرمایا، تو رات کو خواب میں میرے پاس ایک آدمی آیا، جس نے ہاتھ میں ایک ناقوس اٹھایا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے! کیا آپ یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے پوچھا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کی طرف بلائیں گے، اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ.

پھر کچھ ہی دیر بعد اس نے کہا کہ جب نماز کھڑی ہونے لگے، تو تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ.

جب میں نے صبح کی، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان شاءاللہ یہ خواب سچا ہوگا، آپ بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہیں وہ کلمات بتاتے جاؤ، جو آپ نے خواب میں دیکھے ہیں، اور وہ اذان دیتے جائیں، کیونکہ ان کی آواز آپ سے زیادہ اونچی ہے، چنانچہ میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا، میں انہیں یہ کلمات بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے تھے، حضرت عمر بن خطاب نے اپنے گھر میں اذان کی آواز سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے، اور کہنے لگے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں (مسند احمد)

مذکورہ روایت میں اذان کے مقابلہ میں اقامت کے لئے اکہرے کلمات کا ذکر ہے،اور بعض روایات میں اذان کی طرح اقامت کے بھی دوہرے کلمات کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي مُسْتَيْقِظٌ أَرٰى رَجُلًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ عَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ، نَزَلَ عَلَى جِذْمِ حَائِطٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، فَأَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى، ثُمَّ جَلَسَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَقَالَ: مَثْنٰى مَثْنٰى. قَالَ: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ، عَلِّمْهَا بِلَالًا، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ سَبَقَنِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۰۲۷) لے

ترجمہ: ایک انصاری آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے، جو مجھے بیداری کے واقعے کی طرح یاد ہے، میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو آسمان سے اترا، اس نے دو سبز چادریں پہن رکھی تھیں، وہ مدینہ کے کسی باغ کے ایک درخت پر اُترا اور اس نے اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دہرائے پھر وہ بیٹھ گیا، پھر اس نے اقامت کہی اور اس میں بھی یہی کلمات دو دو مرتبہ دہرائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، یہ کلمات بلال کو سکھا دو، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے، لیکن وہ مجھ پر سبقت لے گیا (مسند احمد)

(جاری ہے......)

لے في حاشية مسند احمد: رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي بكر بن عياش، فقد روى له البخاري ومسلم في مقدمة صحيحه، وهو صدوق حسن الحديث، وابن أبي ليلى لم يسمع من معاذ، فهو منقطع.

ہفتہ وار اصلاحی مجلس

ادارہ غفران میں

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس بروز اتوار، صبح دس بجے ہوتی ہے۔

انتظامیہ: ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی فون: 051-5507270-5507530

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۲۶)

حضرت یوسف کو شاہی قرب وعہدہ ملنا

بادشاہِ مصر نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق عورتوں سے واقعہ کی تحقیق فرمائی، اور عزیزِ مصر کی بیوی اور دوسری سب عورتوں نے حقیقتِ واقعہ کا اقرار کرلیا، تو بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لایا جائے، تاکہ میں ان کو مشیرِ خاص بنالوں، چنانچہ بادشاہ کے حکم کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو اعزاز کے ساتھ جیل خانہ سے دربار میں لایا گیا، تو بادشاہ کو آپ کے ساتھ گفتگو سے آپ کی صلاحیتوں کا پورا اندازہ ہوگیا، تب بادشاہ نے کہا آپ آج سے ہمارے نزدیک بڑے معزز اور معتمد ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِہٖٓ اَسْتَخْلِصْہُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ (سورۃ یوسف، رقم الآیۃ، ۵۴)

یعنی’’ بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کرلوں، پھر جب (بادشاہ نے) حضرت یوسف سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آپ ہمارے ہاں ذی عزت اور امانت دار ہیں‘‘

امام بغوی رحمہ اللہ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب بادشاہ کا قاصد جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس دوبارہ پہنچا، اور بادشاہ کی دعوت پہنچائی، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سب جیل والوں کے لئے دعا کی، اور غسل کرکے نئے کپڑے پہنے۔ [۱]

---

[۱] اور بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ملتا ہے کہ جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو یہ دعا فرمائی کہ:

حَسْبِیَ رَبِّیْ مِنْ دُنْیَایَ وَحَسْبِیْ رَبِّیْ مِنْ خَلْقِہٖ عَزَّ جَارُہٗ وَجَلَّ ثَنَاؤُہٗ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ

یعنی’’میری دنیا کے لئے میرا رب مجھے کافی ہے، اور ساری مخلوق کے بدلے میرا رب میرے لئے کافی ہے، جو اس کی پناہ میں آ گیا، وہ بالکل محفوظ ہے، اور اس کی بڑی تعریف ہے، اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں‘‘

جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے، تو عربی زبان میں سلام کیا، اور بادشاہ کے لئے عبرانی زبان میں دعا کی، بادشاہ اگرچہ بہت سی زبانیں جانتا تھا، مگر عربی اور عبرانی زبانوں سے واقف نہ تھا۔

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے مختلف زبانوں میں باتیں کی، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو اسی زبان میں جواب دیا، اور عربی اور عبرانی کی دو زبانیں مزید سنائیں، جن سے بادشاہ واقف نہ تھا، اس واقعہ نے بادشاہ کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی غیر معمولی وقعت قائم کردی۔ [۱]

اس کے بعد بادشاہِ مصر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں آپ سے اپنے خواب کی تعبیر بلاواسطہ سن لوں، حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اس کے خواب کی ایسی تفصیلات بتلائیں، جو اب تک بادشاہ نے کسی سے ذکر نہیں کی تھیں، پھر تعبیر بتلائی۔

بادشاہِ مصر نے کہا مجھے تعبیر سے زیادہ اس پر حیرت ہے کہ یہ تفصیلات آپ کو کیسے معلوم ہوئیں، اس کے بعد بادشاہِ مصر نے مشورہ طلب کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ پہلے سات سال جن میں خوب بارشیں ہونے والی ہیں، ان میں آپ زیادہ سے زیادہ کاشت کرا کر غلہ اُگانے کا انتظام کریں، اور سب لوگوں کو ہدایت کریں کہ اپنی زمینوں میں زیادہ سے زیادہ کاشت کریں، اور جتنا غلہ حاصل ہو، اس میں سے پانچواں حصہ اپنے پاس ذخیرہ کرتے رہیں۔

اس طرح اہلِ مصر کے پاس قحط کے سات سال کے لئے بھی ذخیرہ جمع ہو جائے گا، اور آپ ان کی طرف سے بے فکر ہوں گے، حکومت کو جس قدر غلہ سرکاری محاصل سے یا سرکاری زمینوں سے حاصل ہو، اس کو

---

[۱] فجاء الرسول يوسف فقال له :أجب الملك الآن.

روى أنه قام ودعا لأهل السجن فقال :اللهم عطف عليهم قلوب الأخيار ولا تعم عليهم الأخبار، فهم أعلم الناس بالأخبار في كل بلد، فلما خرج من السجن كتب على بابه هذا قبر الأحياء وبيت الأحزان وتجربة الأصدقاء وشماتة الأعداء ، ثم اغتسل وتنظف من درن السجن ولبس ثيابا حسانا وقصد الملك.

قال وهب :فلما وقف بباب الملك قال :حسبي ربي من دنياي وحسبي ربي من خلقه عز جاره وجل ثناؤه ولا إله غيره، ثم دخل الدار فلما دخل على الملك قال :اللهم إني أسألك بخيرك من خيره وأعوذ بك من شره وشر غيره فلما نظر إليه الملك سلم عليه يوسف بالعربية، فقال له الملك :ما هذا اللسان؟ قال : لسان عمي إسماعيل ثم دعا له بالعبرانية فقال له :ما هذا اللسان؟ قال :هذا لسان آبائي ولم يعرف الملك هذين اللسانين .قال وهب :وكان الملك يتكلم بسبعين لسانا، فكلما تكلم بلسان أجابه يوسف بذلك اللسان وزاد عليه بلسان العربية والعبرانية، فأعجب الملك ما رأى منه مع حداثة سنه، وكان يوسف يومئذ ابن ثلاثين سنة، فأجلسه وقال إنك اليوم لدينا مكين، المكانة في الجاه، أمين، أي :صادق(التفسير البغوي، ج۲ص۴۹۷، سورة يوسف)

باہر کے لوگوں کے لئے جمع کرکے رکھیں، کیونکہ یہ قحط دور دراز تک پھیلے گا، باہر کے لوگ اس وقت آپ کے محتاج ہوں گے، اس وقت آپ لوگوں کو غلہ دے کر ان کی خدمت کریں، اور معمولی قیمت بھی رکھیں، تو سرکاری خزانہ میں اتنا مال جمع ہو جائے گا، جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ۱ (جاری ہے......)

۱ قال البغوی روی ان الملک قال لہ انی أحب ان اسمع رؤیای منک شفاھا -فقال یوسف نعم ایھا الملک -رایت سبع بقرات شھب غر حسان کشف لک عنھن النیل -فطلعن علیک من شاطئتہ لشخب اخلافھن لبنا -فخرج من حماتہ سبع بقرات عجاف شعث غیر مقلصات البطون لیس لھن ضروع ولا اخلاف -ولھن أنیاب واضراس واکف کاکف الکلاب وخراطیم کخراطیم السباع -فافترسن السمان افتراس السباع فاکلن لحومھن ومزقن جلودھن وحطمن عظامھن وتمششن مخھن -فبینا أنت تنظر وتتعجب إذا سبع سنابل خضر وسبع اخر سود فی منبت واحد وعروقھن فی الثری والماء -فبینا أنت تقول فی نفسک انی ھذا ھؤلاء خضر مثمرات وھؤلاء سود یابسات والمنبت واحد وأصولھن فی الماء -إذ ھبت ریح فذرت الأوراق من الیابسات السود علی الخضر المثمرات -فاشتعلت فیھن النار فاحرقتھن فصرن سودا -فھذا ما رایت فانتبھت من نومک مذعورا -فقال الملک واللہ ما شأن ھذہ الرؤیا (وان کانت عجیبا) بأعجب مما سمعت منک -فما تری فی رؤیای ایھا الصدیق فقال یوسف اری ان تجمع الطعام وتزرع زرعا کثیرا فی ھذہ السنین المخصبۃ -وتجعل الطعام فی الخزائن بقصبہ وسنبلہ -لیکون القصب والسنبل علفا للدواب -وتأمر الناس فیرفعون من طعامھم الخمس -فیکفیک من الطعام الذی جعلتہ لاھل مصر ومن حولھا -ویأتیک الخلق من النواحی للمیزۃ -ویجتمع عندک من الکنوز ما لم یجتمع لاحد قبلک -فقال الملک ومن لی بھذا ومن یجمعہ ویبیعہ ویکفینی الشغل فیہ(التفسیر المظھری، ج۵ص ۱۷۲،۱۷۳، سورۃ یوسف)

بسلسلہ:اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن (صفحات:604)

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات

رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام

روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام

لیلۃ القدر کے فضائل واحکام اوران سے متعلق رائج منکرات واصلاحات

تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

کلونجی(Black Cumin)کے فوائد وخواص(قسط۵)

اگر کوئی ایگزیما(Eczema)کے مرض میں مبتلا ہو،جس میں جلد بری طرح متاثر ہو جاتی ہے،تو اس کے لئے کلونجی کا درجِ ذیل نسخہ مفید ہے۔

کلونجی،تخم بانچی،گل منڈی،پودینہ خشک،سرپھوکا،ہر ایک کو ہم وزن لے کر پیس لیں،اور سفوف تیار کر لیں، اور یہ سفوف آدھا چمچ دن میں تین مرتبہ پانی کے ہمراہ استعمال کریں۔

اور اسی سفوف کو اگر مہندی کے پتوں کے اضافہ کے ساتھ بدن پر لیپ کریں،تو مذکورہ مرض کے لئے بہترین نسخہ اور لاجواب ترکیب ہے۔

اگر مذکورہ نسخہ کو زیتون کے تیل میں ملا کر سر کے بالوں میں لگایا جائے،تو سر کے بالوں کی خشکی اور سکری کے لئے بھی مفید ہے(ملاحظہ ہو:کلونجی کے کرشمات،صفحہ۴۴،۴۵؛مؤلفہ:حکیم محمد طارق محمود چغتائی،ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، اُردو بازار،لاہور)

اگر کسی کو گردے یا مثانہ کی پتھری ہو،اگرچہ خطرناک حد تک ہو،تو آپریشن کے بغیر اس کے ریزہ ریزہ ہو کر اخراج کے لئے کلونجی کا درجِ ذیل نسخہ یقینی فوائد کا حامل ثابت ہوا ہے۔

ایک کبوتر ذبح کر کے اس کے پیٹ سے آلائش اور فضلہ صاف کر لیا جائے،پھر اس کبوتر کے اندر کلونجی پچاس گرام،حجرالیہود پچاس گرام،سنگ سرماہی پچاس گرام،بھلاویں یا بلادر سو گرام بھر کر اس کو سی دیں، اور ایک مٹی کا چھوٹا سا مٹکا لے کر آدھا کلو،کلونجی نیچے رکھ کر اوپر وہی کبوتر رکھ دیں،اور آدھا کلو،کلونجی اس کے اوپر ڈال کر اس مٹکے کو کپاس یا بھوسہ ملی ہوئی مٹی سے اچھی طرح لیپ کر خشک کر دیں،اور ایک من گوبر کی آگ پر پکائیں،یا کسی کمہار کے آوے میں رکھ کر پکوالیں،اس کے بعد اس کو آگ سے نکال لیں،اور ٹھنڈا ہونے پر کھول دیں،اس کے اندر سے جو راکھ اور دوا نکلے،اس کو بالکل باریک پیس لیں،اور چھوٹا چمچ چوتھائی مقدار میں دن میں تین مرتبہ شربتِ بزوری یا دودھ کی لسی یا تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

اگر مذکورہ دوا کی ایک تولہ مقدار کے ساتھ کباب چینی ایک تولہ،اندرجو ایک تولہ،باریک پیس کر شامل کر لی

جائے، اور دن میں تین چار مرتبہ آدھا چمچ استعمال کیا جائے، تو یہ نسخہ پیشاب اور حیض کی رکاوٹ کو دور کرنے میں مؤثر ہے (ایضاً صفحہ۴۶)

اور اگر مذکورہ نسخہ کے ساتھ سفید زیرہ اور بڑی الائچی ہم وزن پیس کر شامل کی جائے، تو پیشاب کی جلن، تیزی اور سرخی وغیرہ کے لئے بھی مفید اور مؤثر ہے (ایضاً صفحہ۴۷)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۵ ''عدت کے احکام''﴾

مسئلہ...... اگر کسی عورت کا صرف نکاح ہوا ہے، ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی، نہ ہی میاں بیوی ایسی تنہائی والی جگہ آپس میں ملے ہیں جہاں ان کے جماع کرنے میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہ تھی اور پھر اس خاتون کا شوہر فوت ہوگیا، تو اب بھی اس پر عدت وفات (جو کہ غیر حاملہ خاتون کے حق میں چار ماہ دس دن ہوتی ہے) گزارنا ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح ہوگیا، اور شوہر فوت ہوگیا، تب بھی اس پر عدت وفات لازم ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت بہت زیادہ بوڑھی ہے، جس سے نکاح ہونے کی اب کوئی امید نہیں اور نہ وہ خود نکاح کی خواہشمند ہے تب بھی شوہر کی وفات پر عدت وفات گزارنا لازم ہے۔ [۱] (جاری ہے......)

[۱] (و) العدة (للموت اربعة اشهر)......(وعشر)......(مطلقا) وطئت اولا ولو صغيرة (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۳ص ۵۱۰) (ملاحظه هو : احسن الفتاویٰ ، ج۵ص ۴۴۹)

(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ تیسرا ایڈیشن) صفحات:448

شوال اور عیدالفطر کے فضائل واحکام

''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات

صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز، عید کی رسمیں

شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات

ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

H

☆......۲۹ شعبان شام بوقت عشاء رؤیت ہلال کا اعلان ہونے پر ادارہ غفران کے متعلقہ مقامات میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کا مبارک عمل شروع ہوا، مسجد امیر معاویہ میں حسب معمول حضرت مفتی محمد رضوان صاحب تراویح میں قرآن مجید سنا رہے ہیں، مسجد نسیم میں مولانا محمد ناصر صاحب، مفتی محمد یونس صاحب کے ہاں مسجد بلال میں حافظ شہباز صاحب، مسجد غفران میں مولانا حافظ محمد فرحان صاحب، اور ادارہ کے مختلف حصوں میں مولانا طارق محمود صاحب، قاری محمد طاہر صاحب، قاری محمد حبیب اللہ صاحب، حافظ محمد ریحان صاحب، قاری عبدالحلیم صاحب، مولانا محمد مبین صاحب، مولانا حافظ غلام بلال اور بندہ محمد امجد قرآن مجید سنا رہے ہیں۔

☆...... جمعہ ۷/۱۴/۲۱ رمضان المبارک کو حسب معمول متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے۔

☆......۲/۹/۱۶ رمضان المبارک اتوار دن دس تا گیارہ بجے مسجد غفران میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی اصلاحی مجلس منعقد ہوتی رہی، ساتھ رمضان المبارک کے ہر اتوار کو اس مجلس کے بعد جناب مظہر قریشی مرحوم کے گھر خواتین کے لیے بھی مفتی صاحب موصوف کا اصلاحی بیان ہوتا رہا (مظہر قریشی صاحب مرحوم کے گھر رمضان میں اتوار کے اس بیان کا سلسلہ گزشتہ کئی سالوں سے قائم وجاری ہے)

☆......۴/ رمضان المبارک، منگل ادارہ کے کنویں کی صفائی کرائی گئی، گارا، کیچڑ نکال کر کنویں کو گہرا کیا گیا۔

☆......۱۲/ رمضان المبارک، بدھ مولانا محمد ناصر صاحب زید مجدہ کے ہاں بیٹے (حضرت مفتی محمد رضوان صاحب کے نواسے) کی ولادت ہوئی، محمد ھادی نام تجویز کیا گیا، اللہ تعالیٰ نیک صالح، صحیح سالم اور والدین وخاندان کے لیے قرۃ عین بنائے۔

☆......۱۸/ رمضان، منگل مولانا محمد ناصر صاحب زید مجدہ کے گھر پر ان کے بیٹے محمد ھادی کے عقیقہ اور ختنہ کی سنت ادا کی گئی، اور سر کے بال اتارے گئے۔

☆......۲۰/ رمضان المبارک، جمعرات، مولانا محمد مبین صاحب اور قاری عبدالحلیم صاحب، قاری محمد حبیب اللہ صاحب اور حافظ محمد ریحان صاحب کی تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل ہوئی، اور بقیہ حضرات کی تکمیل کے مراحل باقی ہیں، اللہ تعالیٰ خیر وعافیت کے ساتھ تکمیل فرمائیں۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

? 21 / جولائی 2012ء، بمطابق یکم / رمضان المبارک / 1433ھ: پاکستان: حکومت نے بینکوں سے 1240ارب قرض لیا، مہنگائی اور بے روزگاری بڑھ گئی، 70فیصد بجٹ خسارہ بینکوں سے قرض لے کر پورا کیا گیا، 505ارب روپے کے نئے نوٹ چھاپے گئے، سٹیٹ بینک کے اعداد و شمار ? 22 / جولائی: پاکستان: گوادر، کوسٹ گارڈ کیمپ پر راکٹوں سے حملہ، فائرنگ 7اہل کار جاں بحق ? 23 / جولائی: پرناب مکھر جی بھارت کے 13ویں صدر منتخب ? 24 / جولائی: پاکستان: جعلی پاسپورٹ پر لندن اولمپکس تک رسائی دینے کا سکینڈل، متعلقہ اداروں میں کھلبلی، اعلیٰ سطح پر تحقیقات، نادرا کے 8ملازمین معطل ? 25 / جولائی: پاکستان: چشمہ پاور پلانٹ پھر ٹرپ کر گیا، اذیت ناک لوڈ شیڈنگ کے خلاف کئی علاقوں میں مظاہرے، دھرنے، گرڈ اسٹیشنوں پر حملے ? 26 / جولائی: پاکستان: عالمی منڈی میں کمی کے باوجود پاکستان میں ایل پی جی 10روپے فی کلو مہنگی ? 27 / جولائی: پاکستان: باجوڑ، بازار میں بم دھماکہ، 2بچوں سمیت 10جاں بحق، 24زخمی ? 28 / جولائی: شام: حلب میں بڑی جنگ کی تیاریاں، 59ہلاک ? 29 / جولائی: پاکستان: سٹیل ملز کے لئے 4برس میں 40ارب کا بیل آؤٹ، سالانہ 14ارب روپے کا خسارہ برقرار ? 30 / جولائی: پاکستان: تھر پارکر میں مزید 13مور مر گئے، تعداد 106ہوگئی ? 31 / جولائی: پاکستان: انتخابات پرانی حلقہ بندیوں پر ہوں گے، حتمی ووٹر فہرستیں آج جاری ہوں گی، الیکشن کمیشن ? یکم / اگست: پاکستان: پٹرول 7.67، ڈیزل 4.58، مٹی کا تیل 4.64روپے فی لیٹر مہنگا، سی این جی کی قیمتیں 7.02روپے کلو تک بڑھا دی گئیں ? 02 / اگست: بھارت نے پاکستانیوں کو سرمایہ کاری کی اجازت دے دی، خلا، دفاع اور ایٹمی شعبوں میں پابندی برقرار ? 03 / اگست: پاکستان: صومالی قزاقوں سے رہائی پانے والے 7پاکستان کراچی پہنچ گئے ? 04 / اگست: پاکستان: صدر، وزیر اعظم سمیت کسی کو استثنیٰ دینا آئین سے متصادم ہے، سپریم کورٹ نے توہینِ عدالت کا نیا قانون کالعدم قرار دے دیا ? 05 / اگست: پاکستان: ملتان: آتش بازی کے گودام میں دھماکے 7جاں بحق، 15زخمی، کئی عمارتیں تباہ، ڈی ایس پی، ایس ایچ او معطل ? 06 / اگست: پاکستان: کوئٹہ، کار بم دھماکہ میں خاتون بچوں سمیت 5جاں بحق 11زخمی ? 07 / اگست: ناسا کا سب سے بڑا مشن زندگی کا سراغ لگانے کے لئے امریکی خلائی گاڑی کیوراسٹی مریخ پر اتر گئی ? 08 / اگست: پاکستان: ای سی سی نے پٹرولیم قیمتیں ہفتہ وار مقرر کرنے کی منظوری دے دی، 3لاکھ ٹن کھاد درآمد کی جائے گی۔